سخنہائے نایاب

حصہ اول



جاوید اختر
محمد اعظم



مکتبہ نعیمیہ
صدر بازار مئو ناتھ بھنجن ۲۷۵۱۰۱

BVP-988-14/12/16

(4) -911 - 6/15

نام کتاب

سخنہائے نایاب

حصہ اول

جاوید اختر

محمد اعظم الہ آبادی

تعداد	ایک ہزار
سن اشاعت	اکتوبر 2016ء
ناشر	شاہد فخر العبید
قیمت	70/=

ملنے کا پتہ

مکتبہ نعیمیہ صدر بازار مئوناتھ بھنجن ۲۷۵۱۰۱

سخنہائے نایاب

حصہ اول

جاوید اختر

محمد اعظم الہ آبادی

مکتبہ نعیمیہ صدر بازار مئو ناتھ بھنجن ۲۷۵۱۰۱

عرض مولف

''سخنہائے نایاب (اول)'' دراصل ان تقاریر کا مجموعہ ہے جنہیں راقم الحروف نے انجمن ''الندوۃ الأثریۃ'' کے تحت منعقد ہونے والے سالانہ تقریری مسابقوں کے لئے ساتھیوں کی فرمائش پر وقتاً فوقتاً لکھا ہے۔

اور بفضلہ تعالیٰ تقریباً ساری تقریریں امتیازی پوزیشن کی سزاوار قرار پائی ہیں۔ چنانچہ کئی ساتھیوں نے یہ فرمائش کی کہ اگر یہ تقاریر مجموعے کی شکل میں شائع ہو جائیں تو بہتر ہے۔

ادھر چند دنوں پہلے جناب شاہد جمال اعظمی منیجر مکتبہ نعیمیہ مئوناتھ بھنجن نے بھی مجھ سے کچھ اسی طرح کی فرمائش کی۔ چنانچہ میں نے اپنے پاس موجود تقاریر میں سے چند کا انتخاب کیا جن کا مجموعہ نظر ثانی کے بعد ہدیۂ قارئین ہے۔

یہاں میں اس امر کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ اخیر کی آٹھ تقاریر عزیزم محمد اعظم مدظلہ کا اضافہ شدہ ہے ہم ان کے ممنون و مشکور ہیں اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر طرح کی چوکسی اور احتیاط کے باوجود غلطی کا امکان باقی رہتا ہے۔ اور چوں کہ میں ابھی طفل مکتب ہوں اور یہ میری پہلی قلمی کاوش ہے اس لئے جس قدر غلطیاں سرزد ہوں جائیں کم ہیں۔ اہل نظر سے تنقید کی بجائے اصلاح کی امید ہے۔

احقر

جاوید اختر

۲۰۰۴/۶/۱۹م

قرآن پاک فلاح انسانیت کی ضمانت

حَا مِـداً وَّمُـصَـلِّـیاً أَمَّـا بَـعدُ ! فَقَدْ قَال اللّٰہُ تَعا لیٰ فِی الْقُرْآنِ الْکَرِیْمِ.

﴿شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّا سِ وَ بَیِّنَا تٍ مِّنَ الْھُدیٰ وَالْفُرْقَان﴾

سامعین کرام! آج کی اس محفل میں میرا موضوع سخن ہے ''قرآن پاک فلاح انسانیت کی ضمانت ہے''۔

میرے عزیزو! یہ کرۂ ارض جس پر ہم بستے ہیں اس میں متعدد نظریات وجود میں آئے اور آتے رہے ہیں۔سینکڑوں مختلف مذاہب ظہور میں آئے اور آتے رہیں گے اور بنی نوع انسان کی بھلائی اور کامرانی کی خاطر بے شمار ضابطے اور قاعدے بنائے گئے اور بنائے جاتے رہیں گے۔لیکن کیا یہ تمام نظریات اور ضابطے مکمل طور پر اپنے دعوی میں پورے اترے؟اور کیا یہ نسل آدم کی دنیاوی اور اخروی یا کم از کم صرف دنیاوی کامرانی کے ضامن ہوئے؟نہیں ہرگز نہیں۔کیونکہ

چند ایک کو چھوڑ کر یہ سارے کے سارے قانون اور سارے کے سارے ضابطے ذہن انسانی کی ایجاد تھے۔ جس کا مبلغ علم یہ ہے کہ اس کو ﴿اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَھُوۡلًا﴾ کا سرٹیفکیٹ ملا ہوا ہے۔ ہاں! اگر اس ذمہ داری کو سنبھالا تو صرف قرآن نے۔ فلاح انسانیت کی ضمانت لی تو قرآن نے اور اپنے دعوے میں پورا اتر کے دکھایا تو قرآن نے۔ کیوں کہ یہ اس بے نظیر ذات کا قانون ہے جس کی شان تو یہ ہے کہ ﴿لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ وَھُوَا لسَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ﴾

معزز سامعین! قرآن حیات انسانی کو سنوارنے اور اس کی فلاح و بہبود کے لئے عقل و خرد کی کسوٹی پر رکھے ہوئے موزونیت اور اعتدال کے سانچے میں ڈھلے ہوئے اور کامیابی کی سو فیصد گارنٹی دینے والے ایسے ایسے مجرب نسخوں کی نشان دہی کرتا ہے جو آج بھی اتنے ہی مؤثر ہیں جتنا کہ چودہ صدیوں قبل تھے اور انشاء اللہ تا قیامت رہیں گے۔ جن کو یہ گزرنے والی صدیاں نہ تو فرسودہ کر سکی ہیں اور نہ ہی تا قیامت کر پائیں گی۔ جن پر زمانے کے انقلاب کا نہ تو کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ اس میں کسی تغیر و تبدیلی کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے کیونکہ اس کی سیکورٹی ایسے قوی تر کے ہاتھوں میں ہے جو خود کہتا ہے ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوۡنَ﴾ شاعر نے بہترین عکاسی کی ہے۔

برسوں فلاسفہ کی چناں وچنیں رہی | لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

محترم سامعین! کسی بھی چیز کے کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لئے اپنے

مقصد پر نظر رکھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ قرآن بنی نوع انسان کی رہنمائی کرنے کے لئے سب سے پہلے اس کے مقصد حیات کی نشان دہی کرتا ہے ارشاد ہوتا ہے ﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِ نْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْ نِ﴾ مقصد کی نشاندہی کے بعد قرآن انسان کو زمین وآسمان اور خود اس کی ذات میں تدبر کر کے اپنے طور پر خالق حقیقی کو پہچاننے کی تلقین کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿اَفَلَا یَنْظُرُوْ نَ اِلَی الْاِ بِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ وَاِ لَی السَّمَا ءِ کَیْفَ رُفِعَتْ وَاِ لَـی الْـجِبَـا لِ کَیْفَ نُـصِبَـتْ وَاِ لَـی الْاَ رْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ﴾ اور دوسری جگہ فرمایا ﴿وَفِـیْ اَنْـفُسِکُـمْ اَفَلَا تُبْصِـرُوْ نَ﴾ پھر قرآن انسان کی عملی زندگی میں قدم رکھتا ہے اور زندگی گزارنے کے ایسے لاثانی اصولوں کی تعلیم دیتا ہے جن کے تیر بہدف ہونے میں شک کرنا بھی جرم ہے۔ چنانچہ قرآن انسان کو عملی میدان میں اتارنے سے قبل اس کی ذمہ داری اور زمین میں اس کی حیثیت کا احساس کراتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿وَجَـعَـلْـنَـا کُمْ خَلَا ئِفَ فِـــی الْاَ رْضِ﴾ اور پھر زمین میں خلافت کا پروانہ دینے کے بعد قرآن انسان کے لئے اسی کے جیسے دوسرے انسانوں کے درمیان اس کی حیثیت کی تعیین کرتا ہے اور عدل ومساوات کا ایسا لاثانی نمونہ پیش کرتا ہے جو انسان کی معاشرتی زندگی کی فلاح اور انسان کی عزت نفس کی حفاظت کا ضامن ہے۔ فرماتا ہے ﴿اِنَّـا خَـلَقْنَا کُمْ مِنْ ذَکَرٍوَّ اُنْثیٰ وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْباً وَّ قَبَا ئِلَ

لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ ﴾ بطور ایک انسان اس کی حیثیت کی تعیین کے بعد قرآن اس کی معاشرتی زندگی میں اس کی ذمہ داریوں کا احساس کراتا ہے اور بحیثیت باپ، بحیثیت اولاد اور بحیثیت شوہر اور بیوی اور اسی طرح معاشرے کے دوسرے افراد کے تعلق سے ایک انسان کا رویہ کیا ہونا چاہئے، ان سب کے بارے میں قرآن بڑی تفصیل سے رہنمائی کرتا ہے اور لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے کامیاب زندگی کا ضابطہ پیش کرتا ہے، چنانچہ اسی ضمن میں قرآن انسان کو بحیثیت اولاد اس کے کردار کی رہنمائی کرتا ہے اور ان دو عظیم المرتبت اور قابل تعظیم افراد کے سلسلے میں جو دنیا میں اس کے وجود کا سبب بنے ایسی دلنشیں نصیحت کرتا ہے جو قرآن ہی کا خاصہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا﴾ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے ﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾

حاضرین کرام! ایام طفولیت کے بعد جب انسان باپ بنتا ہے تو قرآن اس کے سر ایک عظیم ذمہ داری عائد کرتا ہے اور اپنی اولاد کو دنیا و آخرت کی کامیابیوں کی خاطر بنا سنوار کر تیار کرنے کی تلقین کرتا ہے اور بڑے مختصر انداز میں بہت بڑی بات کہتا ہے فرماتا ہے ﴿قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا﴾ ظاہر بات ہے کہ عذاب الٰہی سے بچ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ بندے نے دنیا میں کامیاب

زندگی گزاری ہے۔

اسی طرح قرآن انسان کی ازدواجی زندگی کی فلاح وکامرانی کی خاطر وہ اچھوتا ضابطہ پیش کرتا ہے جو ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے ساتھ ساتھ اس کی پائیداری کا بھی ضامن ہے۔ قرآن کہتا ہے ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ مطلب یہ ہے کہ جسم کی حفاظت اور اس کو آرام وسکون پہنچانے میں جو حیثیت لباس کی ہے وہی حیثیت ازدواجی زندگی میں شوہر وبیوی کی ہے۔

سامعین کرام! انسان جب اپنے گھر کے حدود سے نکل کر معاشرے اور سماج میں قدم رکھتا ہے تو اس وقت اس کا سابقہ مختلف اقسام کے افراد سے پڑتا ہے ان میں اس کے پڑوسی بھی ہوتے ہیں اور رشتہ دار بھی، آشنا بھی ہوتے ہیں ناآشنا بھی اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے سے معاملہ پڑتا رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے کہ انسانیت یہ نہیں کہ معاشرے اور سماج سے کٹ کر زندگی گزاری جائے بلکہ انسانیت تو یہ ہے کہ معاشرے میں رہ کر ہر حقدار کو اس کا حق دیا جائے چنانچہ فرمان الٰہی ہے ﴿وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ بِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾

معزز سامعین! قرآن بنی نوع انسان کی مکمل رہنمائی اور فلاح وکامرانی کا دعوی کرتا ہے اس لئے اس کی ذاتی زندگی کے تعلق سے چند ہدایات دے کر

خاموش نہیں ہو جاتا بلکہ انسانیت کو معراج کمال تک پہنچانے اور ایک خوشگوار، پرسکون اور ظلم و زیادتی سے پاک سماج کی تشکیل کے لئے ایسے قیمتی اصولوں کا درس دیتا ہے جو اپنے آپ میں بے نظیر، لا جواب اور فی الحقیقت انسانیت کی فلاح کے ضامن ہیں۔ چنانچہ جب ظلم و زیادتی سے سسکتا ہوا سماج انصاف انصاف کی آواز لگاتا ہے تو قرآن ﴿وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ اور ﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ جیسی آیتوں سے اس کا جواب دیتا ہے۔ جب قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوتا ہے تو ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ کا فرمان سنا کر ہر قاتل کے دل میں لرزش پیدا کر دیتا ہے۔ جب اخلاقی قدریں پامال ہونے لگتی ہیں تو قرآن ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا﴾ کا درس دیتا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ قرآن ہمہ وقت بے چین رہنے والی اور سکون قلب کی تلاش میں سرگرداں انسانیت کو ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ کا مژدہ سناتا ہے۔ رزق کے حصول کے لئے ہر وقت فکرمند رہنے والے اور مارے مارے پھرنے والے انسان کو ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ فرما کر تسلی دیتا ہے۔ آلام و مصائب سے گھرے ہوئے اور جان لیوا بیماریوں میں گرفتار لوگوں کو ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ کا جام پلا کر پرسکون کر دیتا ہے۔

پھران تمام چیزوں کے بعدراہ حق سے بھٹکے ہوئے انسان کے سامنے ایک سوال رکھتا ہے جس کے مان لینے پرانسان کی ابدی کامرانیاں وابستہ ہیں ارشاد ہوتا ہے ﴿یٰا ایُّھَا الاِ نسَا نُ مَا غَرَّ کَ بِرَ بِّکَ الکَرِ یمِ الَّذِی خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَ لَکَ﴾ الغرض قرآن انسان کی ساٹھ پینسٹھ سالہ زند گی میں اس کی مختلف حیثیتوں اور کرداروں کے مطابق ہر موقع پر ایک معتدل، قا بل قبول اور موثر ضابطہ پیش کرتا ہے تاکہ انسان اس کے مطابق اپنی زندگی کا نظام قائم کرے اور خدا کی زمین پر امن وسکون کا بول بالا ہو۔ عالم انسانیت ترقی اور فلاح و بہبود کی راہ پر رواں دواں رہے اور انسانیت کی ہر صبح صبح عید اور ہر شب شب برأت ہو۔ انھیں چند کلمات پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قرآن سے کما حقہ رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعوَانَا اَنِ الحَمدُ للّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ

انداز مسلمانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَفیٰ وَسَلَا مٌ عَلیٰ عِبَا دِہِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اصْطَفیٰ أَمَّا بَعْدُ!

فَـأَ عُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . ﴿اِنَّما الْـمُـؤْ مِـنُوْ نَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَ جِلَتْ قُلُوْ بُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ آیَاتُہٗ زَا دَتْھُمْ اِیْمَا ناً وَ عَلیٰ رَبِّھِمْ یَتوَ کَّلُوْنَ﴾

ہم تم کو بتاتے ہیں انداز مسلمانی عاشق ہو حدیثوں کا تفسیر ہو قرآنی

محترم حضرات! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ دنیا کے اندر کئی ایک مذاہب پائے جاتے ہیں اور ہر مذہب کی تعلیم کے مطابق ان تمام کے ماننے والوں کی اپنی خصوصیات اور الگ الگ انداز ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلام جو کہ تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے اس وصف سے کس طرح خالی رہ سکتا ہے تھا۔ چنانچہ اس نے بھی اپنے ماننے والوں کی نشانیاں، الگ خصوصیات اور انداز بتائے ہیں بلکہ اسلام نے جس قدر اس جانب رہنمائی کی ہے کسی اور مذہب نے نہیں کی ہے۔ ایک مسلمان کی زندگی

کے متعلق اس نے ہر قسم کی ہدایت دی ہے کہ ایک مسلمان کو کیسا ہونا چاہئے، اس کے اندر کیا خوبیاں ہوں، اس کی وضع قطع کیسی ہو، لوگوں کے ساتھ معاملات کیسے ہوں، اس کا اہل وعیال کے ساتھ کیسا سلوک ہو، اس کے اخلاق کیسے ہوں، اور اس کی زندگی کے دن اور رات کیسے ہوں؟ غرضیکہ ہر قسم کی ہدایات موجود ہیں۔ لہٰذا ایک حقیقی مسلمان چاہے وہ زندگی کے کسی بھی گوشے سے تعلق رکھتا ہو جب بھی قدم اٹھاتا ہے تو یہ تمام ہدایات اور ارشادات اس کے سامنے ہوتے ہیں ۔چنانچہ ایک مسلمان جب دن کا آغاز کرتا ہے تو یہ آیت اس کے سامنے ہوتی ہے ﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلیٰ غَسَقِ اللَّیْلِ﴾ لہٰذا اس کے دن کا آغاز نماز فجر سے ہوتا ہے اور بھلا جس کے دن کا آغاز ایسی بابرکت چیز سے ہو پھر اس کے دن کے بابرکت ہونے میں کیا شک ہے۔ایک مومن جب رزق کی تلاش میں نکلتا ہے تو یہ آیت اس کی رہنمائی کرتی ہے ﴿وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا﴾ اور پھر ﴿فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ﴾ کے تحت وہ رزق کی تلاش میں مشغول ہو جاتا ہے۔جب کھانے کے لئے بیٹھتا ہے تو یہ آیت ﴿کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ﴾ اس کے سامنے ہوتی ہے جو اس کو حرام خوری سے بچاتی ہے۔جب اپنے اہل وعیال میں ہوتا ہے تو اس فرمان کو نہیں بھولتا ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ﴾۔جب

نماز میں ہوتا ہے تو ''کَاَنَّکَ تَرَاہُ '' کا جسم پیکر ہوتا ہے۔ جب غریبوں اور محتاجوں کی بات آتی ہے تو ﴿وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْناً وَّ یَتِیْماً وَّ اَسِیْراً﴾ کی تصویر ہوتا ہے۔ جب پنچ اور ثالث بنایا جاتا ہے تو ﴿لَا یَجْرِ مَنَّکُمْ شَنَانُ قَوْمٍ عَلٰی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ اور ﴿وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ﴾ جیسی آیتیں اس کے ذہن میں ہوتی ہیں۔ جب عبادت میں مشغول ہوتا ہے تو ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِ نْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُ وْنَ﴾ کی حقیقی تفسیر ہوتا ہے، جب چھوٹوں اور بڑوں کے ساتھ سلوک کا معاملہ آتا ہے تو ﴿مَن لَّمْ یَرْ حَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَ نَا فَلَیْسَ مِنَّا﴾ والی حدیث پر عمل کرتا ہے۔ جب علم حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ﴿ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِ یْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ جیسی آیتیں اس کا حوصلہ بڑھاتی ہیں۔ جب کوئی غم یا دکھ پہنچتا ہے تو واویلا نہیں کرتا ہے بلکہ ﴿اَلَّذِیْنَ اِذَا اَصَا بَتْھُمْ مُصِیْبَۃٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَا جِعُوْنَ﴾ کی تلاوت کرتا ہے پھر ان تمام کاموں کو انجام دیتے ہوئے جب نرم و نازک بستر پر جاتا ہے تو ﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ کے تحت اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے۔ پھر اگر جواب تسلی بخش ہوتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر جواب تسلی بخش نہیں ہوتا ہے تو اللہ سے استغفار کرتا ہے۔ غرض یہ کہ ایک مسلمان اپنی زندگی کے ہر کام اور ہر عمل میں قرآن وسنت سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرتا ہے۔

لیکن پھر بھی اگر اس سے کوئی کوتاہی یا لغزش ہو جاتی ہے تو ﴿تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا﴾ کے تحت اللہ سے سچی توبہ کرتا ہے اور پھر اس گناہ کے قریب نہیں جاتا ہے۔

محترم سامعین! یہ ہے ایک حقیقی مسلمان کی زندگی کا انداز نیز قرآن نے ان مومنین کی کئی ایک خصوصیات بھی بیان کی ہیں کہ ایک حقیقی مومن کون ہے؟ اور اس کے خصائص کیا ہیں؟ چنانچہ میں نے جو آیت پڑھی ہے اس کے اندر اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ''یقیناً مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب ان کے اوپر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں''۔

اسی طرح ان کی خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے کہیں یہ فرمایا ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ کہیں ان الفاظ سے ان کی خصوصیت بیان کی ہیں ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ﴾ کہیں یہ کہا ﴿اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ﴾ گویا کہ قرآن نے ان آیات کے ذریعہ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان آیات کی روشنی میں ہر مسلمان کا ایک الگ انداز اور ایک الگ کردار ہونا چاہئے۔

سامعین کرام! ان تمام باتوں سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ دنیا کے اندر ایک مومن کی زندگی کیسی ہونی چاہئے۔ اس کا کیسا کردار اور کیسا انداز ہونا چاہئے

آیئے اب ہم ان تمام چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے آپ کو تولیں اور اپنا موازنہ کریں کہ ان تعلیمات کا کتنا فیصد ہمارے اندر پایا جاتا ہے اور پھر سوچیں کہ ہم اور آپ مسلمان کہلانے کے حق دار ہیں کہ نہیں۔ کیوں کہ نماز سے غفلت، گناہوں کی کثرت، نیکیوں سے نفرت، ہوٹلوں کی گپ شپ ایک مسلمان کا شیوہ نہیں۔ فلم ہالوں اور کلبوں میں وقت کی بربادی کسی مسلمان کا کام نہیں۔ غیر عورتوں سے نظر بازی کسی مسلمان کی عادت نہیں۔ دنیا کی رنگینیوں میں کھو جانا کسی مسلمان کی فطرت نہیں بلکہ علامہ اقبال نے تو اسے کافروں کا شیوہ بتلایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

کافر کی ہے یہ شان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی ہے یہ شان کہ گم اس میں ہیں آفاق

اور رہا مسلمان تو وہ اس شعر کا مصداق ہوا کرتا ہے کہ ؎

یہ راز کسی پر نہیں کھلتا ہے کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں

اب میں اس شعر کے ساتھ اپنی بات کو ختم کر رہا ہوں کہ ؎

اب مانئے نہ مانئے یہ آپ جانئے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام تعلیمات کا مجسم پیکر بنائے۔ آمین

اسلام اور انسانیت

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کَفیٰ وَسَلَا مٌ عَلیٰ عِبَا دِہِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اصْطَفیٰ . اَمَّا بَعْدُ!

قَالَ اللّٰہُ تَعَا لیٰ ﴿یَا اَیُّھَا النَّا سُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ﴾

درد دل کے وا سطے پیدا کیا انسا ن کو
ورنہ طا عت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

محترم سامعین! آج کی اس مبارک بزم کے اندر میں جس عنوان کو لے کر حاضر ہوا ہوں وہ ہے ''اسلام اور انسانیت'' ۔

حضرات! انسان اس کا ئنات میں رہنے والی خدا کی مخلوقات میں وہ انوکھی اور بے مثل مخلوق ہے جس کو خدا نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اسلام اس دنیا میں پائے جانے والے سارے مذاہب میں تنہا وہ مذہب ہے جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کا سر ٹیفکیٹ دے رکھا ہے۔ جیسا کہ قرآن خود کہتا ہے ﴿اِنَّ الَّدِّیْنَ

عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ ﴾ یعنی خدا کے نزدیک اگر کوئی پسندیدہ دین ہے تو صرف اور صرف اسلام ہے کیونکہ اسلام ہی اکیلا وہ مذہب ہے جو اللہ کی اس سب سے بہتر مخلوق کے لائق ہے اور جو انسانیت کی حفاظت اور انسانوں کی مادی اور روحانی ترقی کا تنہا ذریعہ ہے کیونکہ اسلام کسی ایک فرقہ کسی ایک ملک یا کسی ایک قوم کا مذہب نہیں بلکہ اسلام سارے انسانوں کو ایک رشتہ میں پرونے کے لئے آیا ہے وہ سارے انسانوں کی بھلائی کے لئے ایک بہتر اور قابل قبول اصول زندگی پیش کرتا ہے۔ وہ انسانیت کے سارے درپیش مسائل کا بہترین حل پیش کرتا ہے اور انسانیت کی حفاظت کی خاطر بڑے ہی ٹھوس انتظامات کرتا ہے۔

حاضرین کرام! ذرا یاد کیجئے اس وقت کو جب انھیں انسانوں میں سے چند لوگ اپنی ظلم و زیادتی کی وجہ سے خدا بنے بیٹھے تھے اور انھیں انسانوں میں چند ایسے بھی تھے جو دیکھنے میں تو انسان تھے لیکن جانوروں سے بھی بدتر زندگی گذارنے کو مجبور تھے۔ انسانیت دم توڑ چکی تھی۔ رحم و مروت کا جنازہ نکل چکا تھا اور حوا کی بیٹیوں کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جاتا تھا جس کو دیکھ کر انسانیت سسک پڑتی تھی۔

لیکن جب اسلام آیا تو اس نے سارے نسلی اور حسب و نسب کے گھمنڈ کو چور چور کر دیا اور ﴿ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ کہہ کر ساری انسانیت کو ایک مقام پر لا کھڑا کیا۔ اسلام آیا تو اس نے ﴿ مَنْ قتلَ نفساً بغيرِ نفسٍ أوْ فسادً فِي الارْضِ فَكَاَ نَّما قَتَلَ

النَّاسَ جَمِيعاً﴾ کا فرمان سنا کر انسانیت پر ہونے والے پر ظلم کا خاتمہ کیا۔
اسلام آیا تو اس نے ﴿وَاِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ﴾ کہہ کر صنف نازک کو اس سماج میں جینے کا حق دیا اور وہ اسلام ہی ہے جس نے "لا تَقْتُلُوا اَوْ لَا دَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ" کہہ کر شیر خوار بچوں کے قتل کو روک دیا اور اسلام ہی نے "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ" کا پیغام سنا کر قتل و غارت گری اور جنگ وجدال سے زخمی ہو کر گڑ گڑاتی انسانیت کی حفاظت کے لئے رسول اللہ کی شکل میں ایک ایسا سہارا عطا فرمایا جس کی رحمت و شفقت کی ٹھنڈی چھاؤں پا کر وہ اپنا سارا دکھ درد بھول گئی۔

ساتھیو! حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کا ظہور ہی اس لئے ہوا تھا کہ اس روئے زمین پر بسنے والا ہر ایک انسان اسلام کے سائے تلے باعزت زندگی گذارے۔ کوئی کسی پر بھی بے جا ظلم نہ کرے اور صرف نسل اور ذات پات کی بنیاد پر کسی کو شریف اور کسی کو رذیل نہ گردانا جائے بلکہ اسلام نے تو انسان اور انسانیت کو وہ مقام دیا ہے کہ اس کو رذیل اور نیچ سمجھنا پوری انسانیت کی توہین ہے۔ قرآن کہتا ہے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ یعنی ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے۔

محترم حاضرین! جب مذہب نے انسان کو اتنا اونچا مقام دیا ہے وہ مذہب کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ خدا کی یہ سب سے بہتر مخلوق انسانیت سے گرے

ہوئے کام انجام دے۔ ایک دوسرے سے لڑے، ایک دوسرے کو گالی دے اور غلط ڈھنگ سے دوسرے کا مال ہڑپ کرے اور قتل، چوری اور زنا جیسے جرائم کرکے انسانیت کے دامن کو داغدار کرے۔ لہٰذا اسلام نے انسان اور انسانیت کی حفاظت کے لئے بہت ہی سخت انتظامات کئے ہیں اس کی وضاحت کرنے کے لئے میں آپ کے سامنے کچھ ایسے مثالوں کو پیش کرتا ہوں جس سے یہ حقیقت بڑی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام انسانیت کی حفاظت کا کتنا زیادہ خیال کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً﴾ یعنی آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو کیونکہ اللہ تمہارے ساتھ رحم کرنے والا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ﴾ یعنی جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکیوں سے سوال کیا جائے گا کہ ﴿بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ کس جرم کی پاداش میں ان کو قتل کیا گیا۔

اسی طرح غریبوں کی بابت حکم دیتے ہوئے فرمایا ﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ یعنی یتیموں اور فقیروں کو ڈانٹو ڈپٹو مت۔ اسی طرح زنا جیسی برائی سے اس طرح روکا ہے ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلاً﴾ کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی اور بہت ہی برا راستہ ہے۔ جس مذہب نے انسانوں کو ایسی بہترین اور آب زر سے لکھی جانے کے لائق تعلیمات دی ہوں وہ مذہب انسانیت کے لئے

کتنا مفید ہوگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔لیکن پھر بھی عقل کے دشمن کچھ ایسے بھی حضرات موجود ہیں جو اسلام کو انسانیت کا دشمن سمجھتے ہیں اور جن کو اسلام میں دہشت گردی اور تشدد پسندی کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا اور جو اپنے آپ کو انسانیت کا سب سے بڑا محافظ سمجھتے ہیں۔لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں انسانیت کے ان نام نہاد ٹھیکیداروں سے کہ اگر مسلمان اپنی حفاظت کے لئے ہتھیار اٹھاتے ہیں تو ہیومن رائٹس کی خلاف ورزی ہونے لگتی ہیں اگر اپنی ضرورت کے لئے تھوڑا بہت گوشت استعمال کر لیتے ہیں یا قربانی کر لیتے ہیں تو اس کو عدم تشدد اور اہنسا کی دہائی دی جاتی ہے۔لیکن یہی لوگ جب مسلمان پر انسانیت کی ساری حدود توڑ کر ظلم کرتے ہیں تو اس وقت ان کی اہنسا کہاں سو رہی ہوتی ہے اور جب یہ لوگ خود اپنی بہوؤں کو جہیز کی سولی پر چڑھا دیتے ہیں تو اس وقت یہ انسانیت کی کون سی خدمت کر رہے ہوتے ہیں۔سچ کہا ہے شاعر نے ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صحیح معنوں میں انسانیت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے؛ آمین۔

وَآخِرُ دَعوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کی مسلمان بھی ہو؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ﴿**وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ**﴾

محترم حضرات! آج کے اس بزم میں جس موضوع کے تحت میں اپنی باتیں آپ حضرات کے سامنے رکھوں گا وہ ہے ''تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو''۔

ساتھیو! نقل اور اندھی تقلید چاہے وہ کسی بھی چیز کی ہو صاحب تقلید کے لئے مضر ہوتی ہے خصوصاً اس وقت جب کہ نقل کرنے والا ایسی چیز کی نقل کر رہا ہو جس سے بہتر چیز اس کے پاس موجود ہو۔ لیکن اتنی عام سی چیز اور اتنا آسان سا نقطہ اگر کسی کو سمجھ میں نہ آئے اور اس کی ''عقل رسا'' اس کو سمجھنے سے انکار کر دے تو پھر اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ۔

بایں عقل ودانش ببایدگریست

عزیز ساتھیو! آج سے چودہ برس پیشتر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہترین امت کی تشکیل کی تھی اور اس کو قرآن اور سیرت طیبہ کی شکل میں ایک انتہائی روشن شاہراہ پر چھوڑا تھا جس کے متعلق خدا کے اس نبی کا ارشاد ہے" لَیْلُهَا كَنَهَا رِهَا "اپنے ابتدائی دور میں یہ قوم اس شاہراہ پر اس طرح چلی کہ دنیا بھر کی کامیابیاں اس کی قدم بوس ہوئیں۔ لیکن رفتہ رفتہ اس قوم نے اس شاہراہ سے انحراف شروع کر دیا اور غیروں کی نقالی شروع کر دی اور آج صورت حال یہ ہے کہ یہ قوم جس ملک میں بھی ہے یا تو وہاں کی تہذیب میں ضم ہو چکی ہے یا پھر اپنے ملی تشخص کو دھیرے دھیرے کھوتی جا رہی ہے اور ظلم در ظلم یہ کہ اس اندھی تقلید اور نقالی کو روشن خیالی اور ماڈرن ازم کی لبھاوی تعبیریں دے کر دین سے انحراف کی راہیں ہموار کی جا رہی ہیں اور اسے ترقی یافتہ ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے اور عقل کے اندھے یہ لوگ اسلامی تعلیمات پر قدامت پسندی کا لیبل لگا کر اس کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

لیکن یہ کہاں کی عقل وخرد ہے کہ اپنے تشخص کے کھونے کو سرمایۂ فخر سمجھا جائے۔ اپنی تہذیب سے رشتہ کاٹ لینے کو روشن خیالی سے تعبیر کیا جائے، اپنی اساسی عقائد سے غفلت اور نا آشنائی کو زمانے کا تقاضا قرار دیا جائے اور جو لوگ دین کے علمبردار ہیں انھیں قدامت پسند اور بنیاد پرست جیسے اشتعال انگیز

القاب وآداب سے نوازا جائے۔

مسلمانو! اگر یہی حال رہا تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی کیوں کہ تاریخ شاہد ہے کہ وہ قومیں مٹ گئیں جو اپنی اصل سے ہٹ گئیں اور ہمارا قصور صرف یہ نہیں ہے کہ ہم نے اپنی اصل سے رشتہ کاٹ لیا ہے بلکہ ہمارا گناہ تو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ اپنی تہذیب کی مخالفت اور اسے قدیم، دقیانوسی اور اسی طرح کے دوسرے القاب وآداب سے نوازنے میں کسی موقع پر باز نہیں رہتے۔ حالانکہ فرمان خداوندی ہے ﴿ذَا لِکَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَۃِ﴾ یہی سب سے درست اور سیدھا دین ہے۔

سامعین کرام! مقام عبرت ہے کہ ایک طرف تو ہمارے دین کے متعلق خدائے ذوالجلال کا یہ فرمان ہے اور دوسری طرف ہمارا رویہ خود اپنی تہذیب اور دین کے بارے میں اتنا گھٹیا ہے کہ خدا کی پناہ۔

آج ایک مسلمان کی زندگی کا مطمح نظر رسول کی ذات نہ ہو کر یہود ونصاری اور دوسری غیر مسلم قومیں ہیں۔ آج ایک مسلمان اگر لباس پہنتا ہے تو اس ڈھنگ کا جیسا کہ یہود ونصاریٰ پہنتے ہیں وہ گڈ مارننگ اور گڈ ایوننگ کے وظیفے پڑھتا ہے کیونکہ مغربی تہذیب یہی کہتی ہے۔ لیکن لفظ سلام اس کی زبان پر نہیں آتا کیونکہ یہ اسلامی تعلیمات میں سے ہے۔ شادی بیاہ کی تقریبوں میں وہ کھڑے ہو کر اور چلتے ہوئے کھانا پسند کرتا ہے کیونکہ تہذب نو اسی بات کی

متقاضی ہے لیکن طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہیں بھاتا کیونکہ وہ بقول اس کے دقیانوسی طریقہ ہیں شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

عزیز ساتھیو! آج رہن سہن، معاش وتجارت، شادی بیاہ، تیج تہوار اور دین و مذہب غرض یہ کہ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں قوم مسلم نے غیر مذاہب والوں کا اثر قبول نہ کیا ہو اور ظلم پر ظلم یہ کہ ایسا کرنے کو بجائے یہ کہ غلط قرار دیا جائے اس کو رواداری اور باہمی ہم آہنگی جیسے الفاظ کا سہرا پہنا کر اس کے جواز کی راہیں تلاش کی جارہی ہیں

آج ایک مسلمان کا رہن سہن جتنا ہی اسلام سے ہٹ کر ہوا اسے اتنا ہی مہذب گردانا جاتا ہے اور وہ خود اسے اپنے نام نہاد اسٹینڈرڈ کے منافی سمجھتا ہے کہ اسلامی طرز زندگی اختیار کرے۔ وہ بائے اور ٹاٹا کا دیوانہ ہے لیکن سلام اور فی امان اللہ جیسے مقدس کلموں کو زبان سے ادا نہیں کر پاتا۔ پاپ اور راک موسیقی کے الجھے ہوئے بے مطلب الفاظ تو اس کی زبان پر رواں رہتے ہیں لیکن آیات قرآنی کی تلاوت کے وقت اس کی زبان لڑکھڑا جاتی ہے۔ اس کو تہذیب مغرب کے آداب تو بخوبی آتے ہیں لیکن اسلامی آداب اس کی زندگی میں جگہ نہیں پاتے۔

محترم سامعین! آج مسلمانوں کی معاشی صورت حال یہ ہے کہ حصول معاش

اور تجارت کے جو زریں اصول اسلام نے سکھلائے ہیں اس کی ہلکی سی جھلک بھی مسلمانوں کے اندر دکھائی نہیں دیتی بلکہ حرام وحلال کی تمیز بھی ان کے اندر نہیں رہی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ یہودیوں کی رذیل خصلت سودخوری میں وہ کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ آج اگر مسلمانوں کے تجارتی معاملات کا تجزیہ کیا جائے تو بڑے افسوسناک نتائج سامنے آئیں گے جن کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح شادی بیاہ کا معاملہ ہے۔ اس سلسلہ میں موجودہ مسلمانوں نے اس طرح دوسروں کا اثر قبول کیا ہے کہ نکاح جیسے آسان عمل کو جی کا جنجال بنادیا ہے اور اسلام نے جس عمل کو ایجاب وقبول پر موقوف کیا تھا اسے غیر شرعی رسم ورواج سے بھر دیا ہے اور اس سلسلے میں خاص طور سے ہندوؤں کی اس طرح تقلید کی ہے کہ اگر نکاح کے خطبے اور اسی طرح کے ایک آدھ اور لوازمات کو نکال دیا جائے تو فرق کرنا مشکل ہوگا کہ آیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی شادی ہے یا ''جے شری رام'' کا راگ الاپنے والے کی۔

میرے بھائیو! اسلام تفریح اور کھیل کود سے منع نہیں کرتا بلکہ وہ خوشی منانے اور تفریح کی اجازت دیتا ہے لیکن ایک حد میں۔ جیسا کہ اس سلسلے میں متعدد روایت ملتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ کبھی کبھی ہنسی مذاق کرلیا کرتے تھے لیکن مسلمانوں نے اپنی تفریح کے لئے ایسے ایسے ذرائع اور ایسے ایسے راستوں کا انتخاب کیا ہے کہ جن راستوں پر دین وایمان کے رہزن

ہر وقت موجود رہتے ہیں اور دین وایمان کے لٹ جانے کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہے لیکن اس کے باوجود ایک مسلمان ایسے تفریحی ذرائع کے استعمال سے ذرا بھی نہیں ہچکتا اور بے دھڑک اپنے گھر کی عزت وعصمت اور اپنے دین وایمان کا جنازہ دیکھتے رہتا ہے لیکن اس کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی وہ بڑے شوق سے ایسے پروگراموں کو دیکھتا رہتا ہے جو اس کے دین واخلاق کو برباد کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ سچ کہا ہے کسی شاعر نے ؎

نئی تہذیب میں وقت تو کچھ زیادہ نہیں ہوتی
مذاہب باقی رہتے ہیں فقط ایمان جاتا ہے

معزز حاضرین! اسلام نے تہوار کے نام پر مسلمانوں کو دو عیدیں عنایت کی ہے لیکن دو جدید کے ماڈرن مسلمانوں نے تہواروں کے نام پر غیر مذاہب سے ایسی ایسی خرافاتیں مستعار لے رکھی ہیں کہ خدا کی پناہ! سال میں جتنے ایام ہوتے ہیں اس سے کہیں زیادہ عرس اور میلے، شب برأت، بارہ وفات، عید میلاد، ماتم حسین اور رجب کے کونڈے اور نہ جانے کیا کیا! اور کچھ اکسٹرا روشن خیال مسلمان تو ہولی، دیوالی اور رکچھا بندھن جیسی خرافاتوں کو بھی اپنانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے یہاں تک کی ایسی خبریں بھی پڑھنے میں آتی ہیں کہ فلاں شہر میں مسلمانوں نے دسہرے کی مورتی کے لئے خود چندہ اکھٹا کیا اور یہ کیا اور وہ کیا۔

ساتھیو! اس نقل اور اندھی تقلید کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس وقت کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ دین کے اساسی عقائد میں بھی مسلمان غیروں کی نقل سے باز نہیں رہے۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر ہندو ''کھڑے بت'' کے سامنے سر جھکاتا ہے تو مسلمان ''پڑے ہوئے'' (مدفون) کے سامنے سر پٹکنے میں کوئی کراہت نہیں سمجھتا۔ اگر ایک عیسائی صلیب کا نشان لٹکائے رہتا ہے تو ایک مسلمان تعویذ اور گنڈوں کے بوجھ کو لئے پھرتا ہے۔ اگر اہل کتاب اپنے بزرگوں کی شان میں غلو کرتے ہیں تو مسلمان بھی اپنے بزرگوں کو انبیاء سے بلند تر کرنے کو باعث فخر سمجھتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس دور کا مسلمان، ہندو، عیسائی اور یہودی تو بن گیا لیکن اس کو حقیقی مسلمان بننا میسر نہ ہوا اس کو غیروں کی تقلید میں تو عزت اور سرخروئی نظر آئی لیکن اس دین کے اندر کوئی کشش نظر نہ آئی جس نے بلال وصہیب کو تحت الثری سے نکال کر اوج ثریا پر پہنچا دیا۔

محترم حضرات! ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں، غیروں کی نقالی سے باز آئیں اور ایک حقیقی مسلمان بننے کی کوشش کریں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے

اخیر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں غیروں کی تقلید سے توبہ کرنے اور سچا پکا مومن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اسلام میں عدل وانصاف

حَامِداً وَ مُصَلِّیاً اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ ﴿وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلیٰ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾

معزز سامعین کرام! آج کے اس بزم میں میرا موضوع سخن ہے ''اسلام میں عدل وانصاف''۔

حضرات! حقیقت تو یہ ہے کہ مذہب اسلام کے اندر عدل وانصاف پر روشنی ڈالنا اور اسلامی عدل کی تشہیر کرنا ایسا ہی ہے جیسے سورج کو چراغ دکھانا کیونکہ اسلام تو آیا ہی تھا اسلئے کی وہ ہر ایک کو اس کا حق دلائے شریف اور رذیل کے درمیان کی کھائی کو پاٹ دے۔ تمام انسانوں کے اندر عدل ومساوات قائم ہو اور انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے نجات ملے۔ نہ کسی پر ظلم ہو اور نہ کسی کو ناحق چھوٹ دی جائے خواہ کوئی جانی دشمن ہو یا جگری دوست اور حقیقت میں یہی اسلامی نظام کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ چنانچہ میں نے جو آیت پڑھی ہے اس

کے اندر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم ناانصافی کر بیٹھو، انصاف کرو یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے''۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عدل وتقویٰ کی مستحکم بنیادوں پر جو معاشرہ تیار کیا تھا اور جس عظیم اسلامی ریاست کی تشکیل کی تھی اس کے دائرہ کار میں عدل وتقویٰ عظیم پیمانے پر کارفرما تھے۔ ملت کی یہی وہ درخشاں اور نور بداماں تاریخ ہے جس پر زمانہ ناز کرتا ہے اور تقریباً ہر اسلامی حکمراں نے جس کے دل میں خوف خدا تھا اپنی سلطنت میں پوری طرح عدل وانصاف کو قائم کیا اور یہ سلسلہ عمر فاروق سے لے کر عمر بن عبدالعزیز اور پھر محمود غزنوی سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر اور اب موجودہ سعودی حکومت کی شکل میں بدستور جاری ہے اور تاریخ آج بھی ان سراپا عدل بادشاہوں کی انصاف پروری پر خراج عقیدت پیش کر رہی ہے۔ خواہ وہ فاطمہ مخزومیہ کا واقعہ ہو یا بیت المقدس کی طرف باری باری سوار ہو کر جا رہے آقا اور غلام کا یا پھر محمود غزنوی کا اپنے ہاتھوں اپنے بھانجے کے قتل کا ہر واقعہ اسلامی حکمرانوں کی عدل پسندی کی بین دلیل ہے اس مختصر سے وقت میں ہر ایک واقعہ کی تفصیل محال ہے پھر بھی ایک آدھ واقعہ کو بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تو سنئے اور غور سے سنئے۔

حضرت عمر کا دور خلافت ہے آپ کے ایک صاحبزادے نے مصر میں شراب پی اور بدکاری کے مرتکب ہوئے۔ گورنر مصر نے ان کو بند کمرے میں بیٹھا کر چند درّے لگا دیئے گویا شراب اور زنا کاری کی حد قائم کر دی مگر چند روز بعد

جب عمر فاروق کو اس کا علم ہوا تو گورنر مصر کو سخت لہجہ میں خط لکھا اور حکم دیا کہ لڑکے کو فوراً مدینہ بھیج دے۔ مدینہ بھیجتے ہوئے گورنر مصر نے حضرت عمر کو خط لکھا کہ صاحبزادے نے شراب پی لی اور نشے کی حالت میں زنا کا مرتکب ہوا اس لئے معذور سمجھا جائے ویسے میں نے ان پر حد جاری کر دی ہے۔لیکن پیکر عدل عمر نے کچھ نہ سنا اور مدینہ پہنچنے پر خود اپنے ہاتھوں سو درّے برسائے یہاں تک کی صاحبزادے شہید ہوگئے۔اللہ اکبر!

اب دوسرا واقعہ سنئے محمود غزنوی کا دور حکومت ہے۔ایک شخص شکایت کرتا ہے کہ آپ کا بھانجا مجھے زبردستی گھر سے نکال کر میری بیوی سے من مانی کرتا ہے۔اتنا سننا تھا کہ محمود فوراً تلوار سونت کر نکلا اور اس کے گھر پہنچ کر اپنے بھانجے کا کام تمام کر دیا لیکن ایسا کرنے سے پہلے اس نے چراغ کو بجھا دیا۔اس کا سبب پوچھا گیا تو کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے رحم آجائے اور میں انصاف سے پھر جاؤں۔

یہ ہے اسلامی عدل کہ جب انصاف کی بات آگئی تو کیا اپنے کیا پرائے سب برابر ہے لیکن افسوس کہ ایسے کردار کے باوجود بھی لوگوں نے اسلامی حکمرانوں پر انگلی اٹھائی اور کہنے والوں نے بہت کچھ کہا اور اب بھی کہہ رہے ہیں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

یہ لے دیکر تمہیں تاریخ میں بس یاد ہے اتنا
کہ اورنگ زیب ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

معزز حاضرین! اسلامی حکمرانوں کی اسی عدل پسندی کی وجہ سے ان کی رعایا ہر طرح سے خوش حال تھی اور ان کے ملک میں ہر طرف امن تھا۔ آج بھی جہاں عدل قائم ہے وہاں دیکھا جاسکتا ہے کہ کس قدر امن وامان ہے۔

معزز سامعین! عدل وانصاف کی اسی اہمیت کی وجہ سے اسلام نے زندگی کے ہر مسئلہ میں عدل وانصاف کا حکم دیا ہے خواہ وہ اولاد کا معاملہ ہو یا پڑوسیوں کا خواہ بیویوں کا معاملہ ہو یا رشتہ داروں کا۔ لہٰذا کسی باپ کے لئے جائز نہیں کہ اپنی اولاد کے درمیان تفریق کرے کسی پڑوسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ دوسرے پڑوسی کے ساتھ ظلم کرے اور حقیقت میں اسی اصول اور قانون کو تسلیم کرنے میں انسانوں کی بھلائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جگہ جگہ اس کی تاکید کی ہے کہیں یہ کہا ''وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ'' کہیں یہ فرمایا ''وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى'' کہیں ان الفاظ میں عدل کی تاکید کی کہ ''اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى''، مگر افسوس صد افسوس کہ عدل کے متعلق ان نمایاں تعلیمات کے باوجود آج ہم مسلمانوں کے کتنے آپسی مقدمات ہیں جو دیوانی اور فوجداری سے لے کر سپریم اور ہائی کورٹ تک میں داخل ہیں۔ سالہا سال ان کا چکر کاٹنے کے باوجود انصاف نہیں ملتا پھر بھی ہمیں توفیق نہیں ہوتی کہ اپنے مقدمات شریعت کے اصول کے مطابق حل کریں جس میں نہ کوئی فیس ہے اور نہ بیجا بھاگ دوڑ اور قرآن کا فرمان بھی ہے ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا

يُؤْمِنُوْ نَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴿

ان تمام باتوں سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ عدل وانصاف کے معاملے میں اسلامی تعلیمات کتنی اعلیٰ ہیں بلکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو سراسر عدل وانصاف پر مبنی ہے کیونکہ اگر یہ سراپا عدل نہ ہوتا تو لوگوں کے لئے دین رحمت نہ ہوتا اور احکم الحاکمین کی جانب سے اس کو قبولیت کا سرٹیفکیٹ نہیں ملتا کیونکہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے بڑے انصاف ور کا دین بھی سراپا عدل ہو اور فقط اسلام ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کیونکہ یہی سب سے بہتر دین ہے اگر چہ لوگوں نے خدا کے اس قانون پر بھی بیجا اعتراضات کئے ہیں لیکن ان کو منہ کی کھانی پڑی ہے۔جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

برسوں فلاسفہ کی چناں و چنیں رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

مگر افسوس صد افسوس کہ آج ہم ان تعلیمات سے کتنے دور ہو گئے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلامی عدل کو پہچانیں اور کسی حالت میں عدل وانصاف کا دامن نہ چھوڑیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں زندگی کے ہر میدان میں عدل وانصاف کی توفیق بخشے۔آمین

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ . اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ .بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ.

﴿أَتَأۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَ تَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡکِتَابَ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴾

محترم سامعین! آج میں جس موضوع کے تحت آپ حضرات سے چند منٹ خطاب کروں گا وہ ہے ”چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی“۔

حضرات گرامی! آگ اگر کسی شیٔ کو جلا کر خاک کر دے، پانی اگر آگ کو نیست و نابود کر دے، تلوار اگر جسم کے ٹکڑے کر دے، آندھی اگر چراغ کی لو کو بجھا دے۔اسی طرح پھول اگر گلشن کو معطر کر دے، علاج اگر شفا کا باعث بنے، تعلیم اگر انسان کو انسان بنا دے اور دین و مذہب سے اگر انسان ہدایت یاب ہو جائے تو پھر ایسی صورت میں کسی شخص کو مخالفت اور اعتراض کا حق حاصل نہیں

اور نہ ہی اعتراض ایسی صورت میں درست ہے۔

لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہو۔آگ اگر جلانے کے بجائے محافظ بن جائے ،تلوار اگر زخم دینے کے بجائے زخم بھرنے کا کام کرے ،آندھی اگر فانوس کا کردار ادا کرے۔علاج شفا کے بجائے مرض میں اضافے کا باعث بنے تعلیم اگر انسانی قدروں کو پامال کرنے کا سبب بنے اور دین و مذہب سے ہدایت کے بجائے مزید ضلالت و گمراہی حاصل کی جائے تو یقیناً اعتراض کا مقام اور مخالفت کی جا ہے۔اور یہ اعتراض سو فیصد صحیح ہوگا۔

دوستو اور ساتھیو! میری اس مختصر تمہید کا پس منظر امت محمد یہ کہ موجودہ صورت حال ہے۔ جہاں وہ ہر اعتبار سے منفی کردار کی حامل ہے۔اور اپنے مقصد سے کوسوں دور ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مقصد کا ادراک تک نہیں۔خواہ وہ کوئی بھی میدان ہو تعلیمی ،ثقافتی ،تجارتی ،سیاسی ،مذہبی اور اعتقادی ہر میدان میں اس کا کردار منفی ہے۔اور ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کے مصداق وہ مزید اپنے اصل کردار اور مقصد تخلیق سے کوسوں دور ہوتی جا رہی ہے۔

میرے عزیزو! آج مسلمانوں میں نہ اصحاب صفہ کی سی علمی تڑپ ہے ، نہ خیر القرون کی سی ثقافت ، نہ ابوطالب کے پچیس سالہ بھتیجے جیسی تجارتی مہارت اور

امانت ودیانت۔جس نے پہلے ہی تجربہ میں حضرت خدیجہ کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ اور نہ ہی اصحاب اقتدار میں عمر کی سی وہ سیاسی بصیرت اور عدل وانصاف ہے جس نے عمر کو سب سے بڑا اسلامی فاتح بنادیا اور نہ صرف فاتح بلکہ ایک ایسا ملک گیر جو ملک چلانا بھی جانتا تھا اور جس کا کردار ہر بادشاہ کے لئے ایک نمونہ ہے۔

مگر آج..........! تعلیمی پستی کے سلسلے میں اگر کسی قوم کی مثال دی جاتی ہے تو وہ ہے مسلمان، تہذیب وثقافت کے معاملہ میں اگر سب سے گھٹیا سمجھے جاتے ہیں تو مسلمان، تجارت اور دوسرے ذرائع معاش میں اگر کوئی سب سے زیادہ بددیانت اور فریبی سمجھا جاتا ہے تو وہ ہے مسلمان، عالمی سیاست میں اگر کوئی قوم سب سے زیادہ بے راہ رو اور غیر دور اندیش ہے تو وہ مسلم حکمرانوں کی جماعت ہے، عقائد کی پستی کی اگر کوئی قوم سب سے زیادہ شکار ہے تو وہ امت مسلمہ ہے۔

غرض یہ کہ آج امت مسلمہ کا پورا ڈھانچہ ہی بے راہ روی کا شکار ہے۔ جسے خیر امت کہا گیا وہی قوم سب سے زیادہ رذیل ہے۔ جو قوم ﴿اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ﴾ کی حامل ہے وہی سب سے زیادہ پستی میں ہے۔ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ جس کی میراث ہے وہی سب سے زیادہ بے راہ روی کا شکار ہے۔ ﴿تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ جس کی ذمے داری ہے وہی قوم سب سے زیادہ معروف سے منحرف اور منکر سے قریب ہے ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ جس کی پہچان ہے اس کا فرقوں اور

جماعتوں کے معاملہ میں کوئی ثانی نہیں اور جس قوم کو یہ وارننگ دی گئی ہے کہ ''اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ''اس قوم کے صاحب اقتدار لوگوں، مکھیاؤں، چودھریوں حتیٰ کے دینی مدرسوں کے اراکین اور نظماء تک کو اس کا احساس نہیں۔ ہر ایک اپنے عہدے پر فائز ہوتے ہی اپنے آپ کو مولائے کل سمجھنے لگتا ہے اور اپنے ماتحتوں اور اپنی رعیت کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھنے لگتا ہے اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ ''اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ''کے جس عظیم مقصد کے تحت ہمارا وجود ہوا اس مقصد کا ادراک تک ہم کو نہیں۔ گویا ہم ایک بے مقصد زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک ایسی زندگی جو ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑے گی اور بقول شاعر ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے

اور افسوس تو یہ ہے کہ بے مقصد زندگی اور یہ حالت زار ایک ایسی قوم کی ہے جو حامل قرآن ہے جس کے لئے ہر قدم پر رہنمائی اور روشنی ہے۔ تو جب ہمارا یہ حال ہے تو غیروں کا پوچھنا ہی کیا۔ آج ہم مسلمان ہندوستان کے اندر ذرا سی پریشانی یا معاشی تنگی کی وجہ سے حکومت کو کوستے ہیں کہ حکومت ہندو پرست ہے، مسلم کش ہے، وہ مسلمانوں کی ترقی نہیں چاہتی، انھیں مٹا دینا چاہتی ہیں، ان کی صنعتوں کو پامال کر دینا چاہتی ہے۔

لیکن ہم یہ نہیں سوچتے کہ جو محکمے ہمارے پاس ہیں یا ہم جہاں پاور میں ہیں وہاں ہم نے کون سا کارنامہ انجام دیا ہے۔ جس کو دیکھ کر یہ کہا جا سکے کہ یہ حاملین قرآن کا کارنامہ ہے۔ ہادی عالم کے متبعین کا کارنامہ ہے۔

مسلمانو! آج متعدد ملکوں میں ہم برسر اقتدار ہیں جہاں ہمیں موقع ہے کہ خدا کی زمین پر قوانین الٰہیہ کا نفاذ کریں۔ مگر چند ایک کو چھوڑ کر کسی ملک کے اندر اس عظیم ذمہ داری کی ہمت نہیں بلکہ ترقی اور خاص طور سے پاکستان (جو مسلم ملک ہونے کا بلند بانگ دعویٰ کرتا ہے) میں تو خود مسلمان قوانین الٰہیہ کا سخت دشمن نظر آتا ہے (پاکستان میں شریعت ایکٹ کے نفاذ کے مسئلہ پر اہل پاکستان کا ردعمل کسی سے مخفی نہیں) تو پھر ایسی صورت میں ایک ایسی حکومت سے خیر خواہی کی امید کرنا جو سرتاپا مسلم دشمن ہے کس قدر فکری دیوالیہ پن ہے۔

میرے ہم نشینو! آج خود ہندوستان کے اندر سینکڑوں کی تعداد میں مسلم لیڈران ہیں حتیٰ کی جموں وکشمیر میں وزیر اعلیٰ تک مسلم ہے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کا کون سا بھلا ہوا ہے؟

ملک کے اندر نہ جانے کتنی مسلم تنظیمیں ہیں جو مسلمانوں کے حقوق کی لڑائی لڑنے کا بڑے زور وشور سے دعویٰ کرتی ہیں لیکن ان کے ان دعوؤں کی حقیقت کیا ہے اور اس سے مسلمانوں کا کتنا فائدہ ہوا ہے۔ یہ ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان تنظیموں میں بیشتر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو مسلمانوں کے ووٹوں پر سیاست کی روٹیاں سینکنا چاہتے ہیں۔

اور حد تو یہ ہے کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ اور حج کمیٹی جیسے ادارے جو سراپا مسلم ادارے ہیں وہ بھی بگاڑ سے محفوظ نہیں۔ حج کمیٹی کی کارکردگی کا یہ حال ہے کہ حاجی سے سفر وقیام کی سہولتوں کے نام پر ایک موٹی رقم لی جاتی ہے لیکن پھر بھی مطلوبہ سہولتیں نہیں مل پاتیں اور حاجیوں کو اپنے حقوق کے لئے احتجاجی جلسے

تک کرنے پڑتے ہیں۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس وقت کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے جب ہم ملک کے اندر خودرو پودوں کی طرح پھیلے ہوئے دینی مدارس و مکاتب کی کارکردگی کا مشاہدہ کرتے ہیں جنھیں دین کے قلعوں کا نام دیا جاتا ہے لیکن ان مدارس میں پیشتر ایسے ہیں کہ ان سے بجائے دین کی حفاظت ہونے کے مزید نقصان ہورہا ہے۔ کتنے ایسے مدارس ہیں جو تھیلوں اور بستوں میں چل رہا ہیں۔ رسیدیں چھپ گئی ہیں اور چندے ہورہے ہیں۔ کچھ ایسے مدارس بھی ہیں جن کے پاس ڈھنگ کی عمارت بھی نہیں اور ''جامعہ'' کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ طلبہ کے قیام وطعام کے نام پر چندے بھی ہورہے ہیں اور امت کی کمائی کا ایک بڑا حصہ منتظمین اور اراکین کی جیبوں کی نذر ہورہا ہے۔ کچھ ایسے مدارس بھی جن کی اپنی وسیع وعریض بلڈنگ بھی ہے طلبہ اور اساتذہ کی ایک کثیر تعداد بھی ہے اور آمدنی کے متعدد ذرائع بھی ہیں۔ غرض یہ کہ تمام سہولتیں میسر ہیں لیکن ان سب کے باوجود یہ مدارس اپنے اصل مقصد یعنی تعلیم وتربیت سے کوسوں دور ہیں۔ تعلیمی معیار اتنا گر چکا ہے کہ بس خدا کی پناہ۔ اپنی زندگی کے آٹھ سال ان مدارس میں کھپا کر بھی طلبا اس قابل نہیں ہو پاتے کہ وہ اسلام کی صحیح ترجمانی کرسکیں۔ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آج کل کے مدارس کا سب سے بڑا مقصد صرف چندے اور زکوٰۃ وخیرات کی حصولیابی ہے۔ بقول اکبرالہ آبادی ؎

ہوتا ہے کچھ کام نہ دھندہ
بس لاؤ چندہ لاؤ چندہ

میرے بھائیو! افسوس کا مقام ہے کہ جن مدارس میں پہلے مفسر، محدث، فقیہ

اور قوم کے عظیم رہبر ڈھالے جاتے تھے وہاں آج ''مچندین'' کی فوج تیار کی جاتی ہے۔ عمل سے عاری مقررین نکلتے ہیں۔ کروڑوں ایسے فضلاء نکلتے ہیں جن کے سامنے نہ کوئی مقصد ہوتا ہے نہ کوئی حال نہ مستقبل۔ اور انھیں مدارس میں نہ جانے کتنے بے نمازی طلبہ پرورش پاتے ہیں۔

اور ظلم در ظلم تو یہ ہے کہ ان مدارس کے منتظمین اور اراکین جنھیں خادم جامعہ اور خادم دین ہونے کا زعم ہے عمل سے یکسر کورے نظر آتے ہیں۔ ''اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ'' نماز سے غافل، سنت سے عاری، قرآن سے بے خبر پھر بھی دعوی ہے خادم دین ہونے کا۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ خود عمل کا نمونہ بن کے دکھاتے تا کہ جوان کے ماتحت ہیں وہ بھی ان کو دیکھ کر سنور جائیں۔ لیکن بقول شاعر ؎

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

خلاصہ کلام یہ کہ آج امت محمدیہ کا کردار زندگی کے ہر میدان میں ناگفتہ بہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی لغزشوں اور غلطیوں سے سبق لیں، اپنی کمیوں پر نگاہ رکھیں، اپنے مقاصد کا پاس و لحاظ رکھیں ورنہ بقول شاعر ؎

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحیح طور پر اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

کرومہربانی تم اہل زمیں پر......

حَامِداً وَمُصَلِّیاً اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ﴾

محترم سامعین! خالق کی اس کائنات کے اندر اگر نظر اٹھا کر دیکھا جائے تو اس میں بسنے والے انسانوں کی تین قسمیں نظر آئیں گی۔ایک وہ ہیں جو اپنے لیے جیتے ہیں دوسرے وہ دوسروں کا بھی خیال کرتے ہیں اور تیسرے وہ لوگ جن کی زندگی مخلوق خدا کے لیے وقف ہوتی ہے جو دوسروں کی تکلیف سے غمزدہ ہو جاتے ہیں اور جنہیں ہر وقت یہی فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ کس طرح مخلوق خدا کے کام آئیں ۔ چنانچہ خدا کا وہ رسول جو سراپا رحمت تھا خود اسی صفت کا حامل تھا۔ دو سروں کی تکلیف دیکھ کر جس کا دل موم ہو جاتا تھا۔ آنکھیں چھلچھلا اٹھتی تھیں اور ہاتھ اور پاؤں اس کی مدد کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ وہ رسول کہ جس کو خدائے تعالیٰ نے رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْن بنا کر بھیجا تھا۔

حضرات! شفقت ومہربانی دوسروں کے ساتھ حسن سلوک یہ ایسی صفات ہے کہ ان کا حامل قابل تعریف ہے۔لہٰذا مذہب اسلام نے اس کی بڑی تاکید کی ہے اور اللہ نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کے لقب سے نوازا ہے۔ آپ نے ہوش سنبھالتے ہی بے سہاروں کو سہارا دیا۔غریبوں، مسکینوں کی اعانت کی اور ظلم وبربریت سے کراہتی دنیا کو آغوش میں جگہ دی کیونکہ آپ دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ رحم دل اور شفیق تھے۔اس قبیل کے چند واقعات گوش گذار کررہا ہوں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول کس قدر رحمت وشفقت والے اور رحمدل تھے۔ چنانچہ بدر کی لڑائی میں جو کفار قید کئے گئے تھے ان کے بارے میں آپ نے صحابہ کو تاکید کہ ان کو کھانے پینے کی تکلیف نہیں ہونی چاہئے ۔چنانچہ صحابۂ کرام خود بھوکے رہ جاتے تھے یا کھجوروں سے کام چلا لیتے تھے لیکن قیدیوں کو اچھے سے اچھا کھانا کھلاتے۔

اسی طرح ان قیدیوں کے ہاتھ پاؤں بیڑیوں میں جکڑ کر باندھ دیئے گئے تھے جس کی تکلیف کی وجہ سے قیدی کراہ رہے تھے۔ادھر آپؐ ان کی کراہ سن کر بار بار کروٹیں بدل رہے تھے۔صحابہ سمجھ گئے کہ آپ کو قیدیوں کی تکلیف کی وجہ سے نیند نہیں آرہی ہے چنانچہ صحابہ نے ان کی گرہیں ڈھیلی کردیں تو آپ کی بے چینی دور ہوئی۔

ایک دفعہ آپ نے دیکھا کہ ایک غلام آٹا پیس رہا ہے اور ساتھ ہی

درد سے کراہ رہا ہے۔ آپ نے اس کو آرام سے لٹادیا اور سارا آٹا خود پیس دیا اور فرمایا کہ تم کو جب بھی آٹا پیسنا ہو مجھے بلالیا کرنا۔

برادران اسلام! مذہب اسلام کے اندر باہمی ہمدردی اور مہربانی کرنے کی بڑی تاکید اور فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں ارشاد باری ہے ﴿**وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُم**﴾ یعنی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ احسان کرنے سے نہ چوکو۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی عزت وآبرو بچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جہنم سے بچائے گا۔ اسی طریقے سے ایک روایت میں ہے کہ جو شخص بندوں پر مہربانی نہیں کرتا اللہ بھی اس پر مہربانی نہیں کرتا۔ حالی نے بجا فرمایا ہے

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کے گر آفت گذر جائے سر پر
پڑے غم کا سایہ نہ اس بے اثر پر
کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

حضرات! صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ

سارے مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ نہ ایک بھائی دوسرے بھائی پر ظلم کرے، نہ اس کو دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ دے۔ جو کوئی کسی مسلمان کی حاجت وضرورت پوری کرتا ہے اللہ بھی اس کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو کوئی کسی مسلمان کا غم دور کرتا ہے اللہ بھی قیامت کے رنج وغم میں سے اس کے لئے ایک بڑا غم دور کر دے گا۔

غرض یہ کہ اسلام نے ایک دوسرے سے حسن سلوک، شفقت ومحبت اور رواداری کی جس قدر تعلیم دی ہے کسی اور مذہب نے نہیں دی ہے۔ لیکن اس کے باوجود آج اپنے کو مسلمان کہنے والے کتنے ایسے لوگ ہیں جو اپنے مسلمان بھائی کو نقصان پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور ان کو فرضی مقدموں اور دوسری چیزوں میں پھنسا کر خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی پریشان کرتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کو سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی حتی الامکان کوشش کریں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی خیرخواہی اور بھلائی کے لئے قدم اٹھائیں۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں میں میل، محبت اور ہمدردی پیدا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعوَانا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

یہ امت خرافت میں کھوگئی......

حَامِداً وَمُصَلِّياً اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم . ﴿ اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ﴾

قوت فکر وعمل پہلے فنا ہوتی ہے
تب کسی قوم کی قسمت پہ زوال آتا ہے

معزز سامعین! اگر کوئی ہم سے یہ کہے کہ تاج محل دنیا کہ سب سے بدصورت عمارت ہے، قطب مینار دنیا کا سب سے نیچا مینار ہے اور ہمالہ دنیا کا پست ترین پہاڑ ہے تو اس وقت ہماری حیرت کا کیا حال ہوگا یہ بیان سے باہر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دنیا کی رزیل ترین امت ہے تو ہمیں ذرہ برابر بھی تعجب نہیں ہوگا حالانکہ اگر دیکھا جائے تو یہ اس سے زیادہ حیرت وتعجب کا مقام ہے۔ ذرا سوچئے! کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ جس قوم کا رہنما

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دانائے سبل ہو وہ راہ سے بھٹک جائے۔ کیا یہ حیرت کا مقام نہیں کہ جس قوم کے ہاتھوں میں قرآن جیسا چراغ ہو وہ راہ کی ٹھوکروں اور خس و خاشاک میں الجھ کر رہ جائے؟ کیا یہ مقام افسوس نہیں کہ جس قوم کو ﴿اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾ اور ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ کا سرٹیفکیٹ دیا گیا ہو وہی قوم سب سے زیادہ حقیر ہو؟ کیا یہ مقام افسوس نہیں کہ جس قوم کو ﴿وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ﴾ کا الٹی میٹم دیا گیا ہو وہی قوم اس قدر دنیا دار ہو جائے کہ لوگ یہ کہنے لگیں کہ ؎

حقیقت روایات میں کھو گئی
یہ امت خرافات میں کھو گئی

ساتھیو! بلا شبہ یہ چند حقائق ہیں جو ہر مسلمان کے لئے باعث شرم و عار ہیں لیکن آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا ہم نے کبھی غور کیا؟ وجہ صاف ہے کہ ہم دین کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اپنی زندگی میں اس کو وہ مقام نہیں دیتے جو اس کا حق ہے۔ ہم دین کے مطابق خود کو ڈھالنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ دین کو اپنی خواہشات کے تابع بنانا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم مسلمان بھی رہیں اور تہذیب عیسائیت بھی ہم سے نمایاں ہو۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ ہم خیر امت بھی رہیں لیکن ہندو رسم و رواج بھی ہماری زندگی کا حصہ ہوں۔ ہماری خواہش ہے کہ لوگ ہمیں مسلمان بھی کہیں اور ہماری وضع قطع سے یہودیت بھی ٹپکے۔ ہم سوچتے ہیں کہ ہم

توحید کے علمبردار بھی رہیں اور مزاروں کی چوکھٹیں بھی ہمارے سجدوں سے سجی رہیں۔ گویا ہمارا یہ نظریہ کہ ہم بیک وقت ہندو عیسائی اور یہودی بھی رہیں اور لوگ ہمیں پکا سچا مومن بھی کہیں۔ حالی مرحوم نے صحیح کہا تھا۔

کرے غیر گر بت کی جو پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
مزاروں پہ جا جا کے نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

محترم سامعین! اسلام کی اولین بنیاد توحید ہے لیکن اس ملک کے چند پیٹ پرست خرافاتی ملاؤں نے اس عقیدۂ توحید کی وہ درگت بنادی ہے کہ خدا کی پناہ۔ آج اس ملک کے مسلمانوں کی توحید کا یہ حال ہے کہ جو پیشانی خدائے لم یزل ولایزال کے سامنے جھکتی تھی آج وہ کتا شاہ اور گھوڑا شاہ کے مزاروں کی زینت

بنی ہوئی ہے۔جسم ہے کہ تعویذ اور گنڈوں کا بوجھ ڈھورہا ہے۔فریاد غوث اعظم قبول کرتے ہیں تو اولاد اجمیر میں ملتی ہے۔ارے تف ہے ایسی توحید پر اور لعنت ہے ایسے عقیدے پر۔افسوس کہ ان بدعتی ملاؤں نے اسلام کو کیا سے کیا بنا دیا۔ حاؔلی نے کہا تھا۔

وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں
ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا کفر باقی نہ وہم و گماں میں
وہ بدلا گیا آکے ہندوستان میں

اور صرف یہی نہیں بلکہ ان پیٹ پجاری ملاؤں نے عشق رسول کی آڑ میں کیا کیا خرافات کی ہیں اگر اس کو بیان کیا جائے تو کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے اور زبان اس کی ادائیگی سے انکار کرتی ہیں۔افسوس کہ ان کا عقیدہ اس قدر سڑ چکا ہے کہ ان کو یہ کہنے میں بھی شرم نہیں آئی کہ۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفٰے ہو کر

دوستو! کیا انھیں معلوم نہیں کہ ایسا کر کے انھوں نے اس رسول کی تعریف نہیں کہ بلکہ اس پر تہمت لگائی ہے جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو ایک منوانے کے لئے اپنی ترسٹھ سالہ زندگی صرف کر دی۔اس بلال کی توہین کی ہے جس نے کو

ظلم وستم کو اپنے اوپر ٹوٹ جانے دیا لیکن لفظ ''أَحدٌ'' کو اپنی زبان سے الگ نہیں کیا۔ اس سمیہ اور یاسر کی ناقدری کی ہے جنہوں نے موت کو گلے لگانا پسند کیا لیکن عقیدۂ توحید سے پھرنا گوارہ نہیں کیا۔

محترم حضرات! ذرا آگے چلئے۔ قرآن کہتا ہے ''اَقِمِ الصَّلوٰةَ لِذِکرِیْ''، ''فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانحَرْ'' اور ''اَقِیمُو الصَّلوٰةَ وَلَا تَکُونُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ'' اوراسی طرح اگر شمار کیا جائے قرآن وحدیث کے متن لفظ ''صلوٰة'' کی نشاندہی اتنے مقامات پر کریں گے کہ کسی اور حکم کا بیان اتنی جگہوں پر نہیں ملے گا۔ ان میں نماز کے قیام کی تاکید بھی ملے گی۔ اس کے ادا کرنے پر ثواب کی تفصیل بھی ملے گی اور بحالت ترک وعید کا بھی مشاہدہ ہوگا۔ لیکن ہمارا رویہ نماز کے متعلق سب سے زیادہ افسوس ناک ہے۔ رمضان کے روزے ہم خدا خدا کر کے رکھ لیتے ہیں۔ خدا کے فضل سے زکوٰة کی ادائیگی بھی کر دیتے ہیں اور درجن کے حساب سے حج بھی کر لیتے ہیں لیکن ''نماز'' نہ جانے ہمیں اس سے اتنی چڑ کیوں ہے؟ ہم ہوٹلوں میں بیٹھ کر دو چار گھنٹے گزارنے میں ماہر ہیں لیکن نماز کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں۔ اپنے دنیاوی آرام وآسائش کے لئے ہمیں کمانے کی فکر ہے لیکن نماز ضائع ہورہی ہے اس کی کوئی فکر نہیں۔

محترم سامعین! اور آگے چلئے اس امت کی خرافات کی داستان یہیں ختم نہیں

ہوجاتی بلکہ جس رخ سے بھی دیکھیں گے یہ خرافاتوں کا مجموعہ نظر آئے گا۔قرآن کہتا ہے﴿قُلْ لِلْمُؤمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ﴾ کہ اے نبی !مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

لیکن آج ہماری آنکھوں کو کوئی چیز سب سے زیادہ پسند ہے تو وہ ٹی وی کی اسکرین ہے۔آج ہمیں اگرکوئی چیز مشغلہ سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ صنف نازک سے نظر بازی ہے۔آج اگر ہم سب سے زیادہ کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو وہ عریاں فلمی پوسٹر ہیں ۔اسی دور میں کوئی ایسی بے حیائی کہ جگہ نہیں جو مسلمانوں سے خالی ہو۔نائٹ کلبوں کی زینت ہماری مرہون منت ہے۔تھیٹر اور سنیما ہال ہمارے دم سے آباد ہیں۔شراب خانوں کی رونق ہماری دین ہے اور فاحشاؤں کا کاروبار ہماری وجہ سے گرم ہے۔مزید سنئے قرآن کہتا ہے﴿قُلْ لِلْمُؤمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾یعنی مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہ پست رکھیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں۔ اور دوسری جگہ فرمایا کہ جاہلیت کی طرح اٹھلا کر نہ چلیں۔یہی وہ حکم ہے جو چودہ سو سال پہلے فاطمہ اور عائشہ کو دیا گیا تھا اور بلا کسی تبدیلی کی ہماری مائیں اور بہنیں بھی اسی کی مکلّف ہیں۔لیکن کیا پردے کا اہتمام آج بھی وہی ہے جو پہلے تھا؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ایک وہ تھیں کہ ضرورت ہونے پر بھی گھر سے باہر بادل

ناخواستہ نکلتی تھیں اور ایک یہ ہیں جو گھروں سے نکلنے کے لئے ضرورت پیدا کرتی ہیں۔ایک وہ تھیں کہ کسی غیر کو ناخن تک دکھانا پسند نہیں کرتی تھیں، ایک یہ ہیں کہ غیروں کو چہرہ دکھائے بغیر چین نہیں۔ایک وہ تھیں کہ راستوں پر عام چال سے چلنے میں بھی جھجھکتی تھیں اور ایک یہ ہیں کہ اس طرح ناز سے پہلو بدل کر چلتی ہیں کہ ہرنی کو بھی شرم آجائے۔شاعر نے کیا خوب عکاسی کی ہے ؎

یہی بے باک دوشیزہ جواب اٹھلا کے چلتی ہے
بہت معصوم تھی کل تک بہت نادان تھی کل تک
نہ ہونٹوں پر لپ اسٹک تھی نہ رخساروں پہ غازہ تھا
بھلا کیا زندگی تھی اس کا ہر انداز سادہ تھا

محترم سامعین! اگر مزید خرافات کا مشاہدہ کرنا ہے تو اور آگے چلئے۔قرآن کہتا ہے ﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ﴾ یعنی فضول خرچی نہ کرو فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔

لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم فضول خرچی کو اپنی شان سمجھتے ہیں۔ جب تک مہنگے سے مہنگا ٹکٹ خرید کر فلم نہ دیکھیں گے ہماری عزت کون کرے گا؟ جب تک دن بھر میں سب سے مہنگے سگریٹ کا پیکٹ خالی نہیں کریں گے تب تک ہمیں فنکار کون کہے گا؟ جب تک ویڈیو گرافی نہ ہو نکاح کیسے منعقد ہوگا؟

افسوس کہ قرآن نے چودہ سو سال پہلے کہہ دیا تھا ﴿وَمَا الْحَيَاةُ

الدُّنیا اِلَّا لَعِبٌ وَلَھْوٌ﴾ دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحیَاۃَ الدُّنیَا وَالْآ خِرَۃُ خَیْرٌوَّ اَبْقیٰ﴾ نیز قرآن کہتا ہے ﴿وللآ خرۃ خیر لک من الاولی﴾ اے کاش ہم ان آیتوں پر غور کرتے۔

ساتھیو! ابھی خرافات کے دو چار رمناظر اور باقی ہیں ان کو بھی دیکھ لیں۔ قرآن کہتا ہے ﴿فَاِذَا جَاءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْساًاِذَا جَاءَ اَجَلُھَا﴾ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ فرصت کو مشغولیت سے قبل غنیمت جانو۔ لیکن ہماری حالت ہے کہ تضیع اوقات میں ہمارا کوئی ثانی نہیں ۔ہوٹلوں کی گپ شپ میں دو چار گھنٹے کھپا دینا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ سنیما ہالوں کی سیٹوں پر تین تین گھنٹے بتا دینے میں ہمیں مہارت حاصل ہے۔ کلبوں کے اندر رات رات بھر گزار دینا ہمارے لئے کوئی بڑی بات نہیں۔

محترم سامعین! ذرا سوچئے کیا ہم اس لئے پیدا کئے گئے تھے کہ ہم نام کے مسلمان رہیں اور عمل سے عاری رہیں؟ ہم توحید کا دعویٰ تو کریں مگر شرک کو بغل میں چھپا کر؟ کیا ہماری تخلیق اسی لئے ہوئی تھی کہ ہم قرآن وحدیث پر عمل کا دعویٰ تو کریں لیکن ترک صلوٰۃ ہمارا شیوہ ہو؟ ہم ''یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ '' کی تلاوت تو کریں لیکن نظر بازی میں سب سے آگے ہوں؟ نہیں ......نہیں...... نہیں...... بلکہ ہم کو اس لئے پیدا کیا گیا تھا کہ ہم راہ حق سے بھٹکی ہوئی مخلوق خدا کو

اس کی صحیح منزل سے روشناس کرائیں۔ "تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ "ہماری ذمہ داری تھی۔"قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً" ہمارا مشن تھا" اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ " ہماری دعوت تھی " اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامِ "ہمارا مسلک تھا جس کا حق ہمارے اسلاف نے کما حقہ ادا کیا۔لیکن افسوس ہے ہم جیسے ناخلفوں پر کہ دنیا کی محبت میں ہم اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے اور لہو ولعب کے چکر نے ہمیں اپنے مشن سے غافل کر دیا ہے۔طرح طرح کی خرافات نے ہماری عبادتوں کی جگہ لے لی۔نتیجتاً ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی اسلام سے دور ہو گئے۔شاید اسی لئے اللہ نے چودہ سو سال پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبردار کر دیا تھا﴿وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِباً وَّ لَهْواً﴾کہ سنو!ان لوگوں کو چھوڑ دو کہ جنھوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا لیا اور دنیا کی زندگی نے انھیں دھوکے میں ڈال دیا ہے۔کیا ایسی صورت میں ہمارے لئے ضروری نہیں کہ ہم اپنی غلطیوں سے سبق لیں؟ اپنے اعمال کی اصلاح کریں خدا کے خوف سے اپنے دلوں کو معمور کر لیں اور اپنے مقصد و مشن کو سمجھیں اور ایک نئے حوصلے کے ساتھ خدا کے دین کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ یقیناً ایسا ہونا چاہئے کیوں کہ قرآن بھی ہم سے یہی تقاضا کر رہا ہے۔فرمان خداوندی ہے﴿ اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾۔

اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام خرافات سے پاک کر دے۔آمین

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ . اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ﴾

سامعین کرام! یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ اسلام ایک آفاقی دین ہے جو سارے افراد عالم کو ایک لڑی میں پرونے کے لئے آیا ہے اور جس نے ابتداء ہی سے اپنے ماننے والوں کو اخوت و بھائی چارگی کا پیغام دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے ماننے والوں نے اس پیغام پر کسی زمانے میں من وعن عمل کیا اور دنیا کے سامنے اخوت و بھائی چارگی کی وہ مثال پیش کی کہ آج تک ساری دنیا اس جیسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

لیکن موجوہ زمانے میں مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ اسلام کے صاف وشفاف دامن پر ایک غلیظ دھبہ ہے جس کو اگر مٹایا نہ گیا تو ڈر ہے کہ کہیں

خود امت ہی نہ مٹ جائے۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ افسوس کا مقام نہیں ہے کہ جس دین نے ایکتا اور بھائی چارگی کی اتنی عظیم اور بے مثال تعلیم دی ہو جس کی کہیں نظیر نہیں ملتی، وہی دین آج سب سے زیادہ ٹکڑوں میں بٹا ہوا ہے۔ حیف صد حیف! مسلمانو! اپنی مسلمانیت کی خیر مناؤ اور اس پر ماتم کرو۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ دنیا میں اگر سب سے بہتر کوئی دین ہے تو اسلام ہے لیکن سب سے بری اگر کوئی قوم ہے تو وہ امت مسلمہ ہے۔ اللہ اکبر! لوگوں کی نظر میں یہ ہے ہمارا مقام۔

افسوس کہ ہم مسلمانوں کا نصب العین ساری دنیا پر ایک خدا کے قانون کو لاگو کرنا تھا اور سارے انسانوں کو ایک لڑی میں پرونا تھا۔ مگر ہم دوسروں کو کیا ایک لڑی میں پروئیں گے جب کہ ہم خود دنیا کی ساری قوموں کی بہ نسبت سب سے زیادہ متفرق اور بکھرے ہوئے ہیں۔

محترم سامعین! آج ہم میں کوئی شخص اپنے آپ کو خالص مسلمان نہیں کہتا بلکہ یہاں تو کوئی حنفی بنا بیٹھا ہے تو کوئی شافعی، کوئی حنبلیت کی مسند پر براجمان ہے، تو کوئی مالکی کہلا رہا ہے۔

اور تو اور اگر کوئی شخص کفر اور شرک چھوڑ کر اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لینا چاہتا ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کون سا مسلک اختیار کرو گے۔ حنبلی بنو گے یا شافعی، مالکی کہلاؤ گے یا حنفی۔ لو بھئی ابھی تو کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان

بنا جاتا تھا۔مگر اب مسلک کا بھی کلمہ پڑھئے۔آخیر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس دین کے اندر یہ تفرقہ بازی دیکھ کر وہ شخص اس کو قبول کرنے سے پہلے ہی خیر باد کہہ دیتا ہے اسی تفرقہ بازی کی عکاسی کسی فارسی شاعر نے کیا خوب کی ہے۔

دین حق راچہامذہب سا ختند
رخنہ در دیواردیں اندا ختند

''لوگوں نے دین حق (اسلام) کو چار مذہب میں تقسیم کر دیا ہے (اور اس طرح) دین کی دیوار میں شگاف اور سوراخ کر دیا''۔اور یہ شگاف اتنا خطرناک ہے کہ جس قوم اور ملک یا مذہب کی دیوار میں ہو جاتا ہے اس کو تباہ کر کے چھوڑتا ہے ۔اسی شگاف (پھوٹ اور فرقہ بندی کے شگاف) کا خمیازہ جو کہ ہم ہندوستانیوں کے اندر ہو گیا تھا ہمیں دو سو سال کی غلامی اور ظلم وتشدد کی شکل میں بھگتنا پڑا۔اسی سے اس کی خطرناکی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

سامعین کرام! آج وہی شگاف امت محمدیہ کی مضبوط فصیل کے اندر بھی ہو گیا ہے جس کے نتائج خود ہماری انکھوں کے سامنے ہیں اور ہم روز بروز اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔اس شگاف کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کسی قوم اور کسی شخص کی نظر میں اس خیرامت کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ اگر کسی قوم کو اس دور میں سب سے گرا ہوا سمجھا جاتا ہے تو وہ ہے یہی خیر الامم ہے جیسا کہ مسلمانوں کے سخت ترین دشمن یہودیوں کے ایک قائد کا اپنے ماننے والوں سے خطاب ہے کہ ''تم ان مسلمانوں کو اپنے

دین میں شامل کرنے کی کوشش مت کرو بلکہ ان کو صرف ان کے دین سے منحرف کردو کیونکہ وہ اس لائق ہیں ہی نہیں کہ انھیں اپنے دین میں شامل کیا جائے''۔

میرے بھائیو! ذرا غور کرو کہ جس امت کو احکم الحاکمین نے خیر الامم بنایا دنیا کی تمام قوموں پر فوقیت دی جنہیں فتح و کامرانی اور عزت و سر بلندی کا واحد سزاوار بنایا۔ جیسا کہ خود اس کا کلام کہہ رہا ہے کہ ﴿وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴾[سورۃ آل عمران:۱۳۹] یعنی تم ہی سر بلند رہو گے اگر واقعی تم مومن ہو۔

اور آج وہی امت قعر مذلت کے اندر بھٹکے؟ دھتکار اور پھٹکار سے اس کا استقبال ہو؟ اپنے ازلی دشمن یہودیوں اور عیسائیوں کے تلوے چاٹے؟ اور ان کی ہوں میں ہاں ملانے پر مجبور ہو؟ اور اپنے مقام کو پانے کے لئے در در کی ٹھوکریں کھاتی پھرے؟ بھلا عقل سلیم قرآن کی مندرجہ بالا آیت کے ہوتے ہوئے اس بات کو گوارہ کرسکتی ہے؟ ہرگز نہیں! تو کیا (نعوذ باللہ) قرآن کی آیت غلط ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! ہم قرآن کو غلط نہیں کہہ سکتے۔ تو معلوم ہوا کہ ہمارے اندر ہی کوئی کھوٹ ہے، کوئی کمزوری ہے، کوئی کمی ہے جس کی بنا پر ہم اپنے اصل مقام سے دور بہت دور جا چکے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کمزوری پر غور کریں اور اس کو دور کرنے کہ ہر ممکن کوشش کریں۔

سامعین کرام! ہماری اس ذلت اور کمزوری کا سبب جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہی شگاف ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ورنہ اگر ہم ایک ہوتے۔ ''اِنَّمَا

الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ‘‘ہماری شان ہوتی۔’’وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً‘‘ ہمارا شیوہ ہوتا۔تو پھر کسی ملک اور کسی قوم کی ہمت نہ ہوتی خواہ وہ مسلمانوں کی کتنی ہی سخت اور طاقتور دشمن کیوں نہ ہو کہ وہ اللہ کے سپاہیوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائیوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔

محترم حضرات! کوئی یہ نہ سمجھے کہ مذکورہ باتیں صرف خیالی پلاؤ ہیں۔اوران کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔کیوں کہ اس دنیا کی تقریباً ہر قوم ایک زمانے میں مسلمانوں کے رعب اور دبدبہ کا مشاہدہ کرچکی ہے۔مگر کب؟ جبکہ مسلمان ایک تھے۔انکے اندر بھائی چارہ تھا۔دوسرے مسلمانوں کو اپنے جسم کا ایک حصہ سمجھتے تھے۔لیکن اب مسلمان کی یہ خصوصیات ’’أَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْن‘‘ بن گئی ہیں۔ جنہیں صرف تقریروں اور تحریروں میں پیش کرنے کی چیز سمجھا جاتا ہے۔اب سوال یہ ہوتا ہے کہ آخر ہمارے اختلاف کے رفع کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے کس طرح ہم مسلمان ایک ہوسکتے ہیں، اور کیا ہمارے جھگڑے کا کوئی حل ہے بھی یا نہیں۔

محترم حضرات! قرآن ہمیں اس کا حل بتاتا ہے۔فرمان خداوندی ہے ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ﴾ [سورۃ النساء:۵۹] کہ ’’اگر تم جھگڑ پڑو کسی چیز کے بارے میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کے حوالے کردو‘‘۔ یعنی جس معاملے میں بھی اختلاف ہوجائے تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کو

فیصل مان لواور وہ جو فیصلہ کر دیں اس کو لازم پکڑو۔

اللہ اللہ! کیسا حکیمانہ فیصلہ ہے اس علیم وحکیم کا کہ اگر ہم اس پر مکمل طور سے عمل کر لیں تو پھر اختلاف ہمیں دور ہی سے سلام کرے اور بیشک اسی فیصلہ پر عمل کر کے صحابہ کرام کامیابی سے ہمکنار ہوئے تھے۔ ان کے اندر اختلاف ہوا کرتے تھے مگر وہ بجائے اپنی بات منوانے کے اور دوسرے کو اپنی رائے کا مقلد بنانے کے ہر تنازعہ کا فیصلہ قرآن اور حدیث سے کرتے تھے۔ اسی میں ان کی کامیابی کا راز مضمر تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ اختلاف کے باوجود متفرق نہیں ہوئے تھے۔

میرے عزیز ساتھیو! پھر ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے کسی دوسری عدالت میں جائیں اور اپنے اختلافات کا فیصلہ کروائیں۔ اس لئے آیئے ہم بھی اپنے اختلافات قرآن وحدیث کے سامنے رکھیں اور یہ جو فیصلہ دے دیں ہم خوشی خوشی ان کو قبول کر لیں۔ اگر کسی عقیدہ کے اندر اختلاف ہے تو اس کو بھی قرآن وحدیث کی کسوٹی پر رکھیں اور جس کا عقیدہ کھرا اترے اسے ہر مسلمان تسلیم کر لے۔ اگر کسی میں اختلاف ہے یا کسی اور چیز میں تضاد ہے غرض یہ کہ کسی مسئلہ میں ہمارا کوئی بھی اختلاف ہو ہر اختلاف کے سلسلہ میں ہمارا یہی فارمولا کارگر ثابت ہوگا۔

لیکن اگر کوئی شخص یا جماعت صرف تعصب کی بناء پر اس فیصلہ کو

تسلیم نہ کرے اور صرف یہ دیکھ کر کہ کہنے والا ہماری جماعت اور ہمارے فرقہ کا نہیں ہے اس لئے ہم اس کی بات نہیں مانیں گے اس فیصلہ سے اعراض کرے تو پھر وہ قرآن کے انکار کی سزا بھگتنے کے لئے تیار رہے۔

بہر حال اگر ہم نے ان باتوں کو تسلیم کرلیا اور قرآن وحدیث کو اپنا فیصلہ مان لیا تو ان شاء اللہ یہ ممکن ہے کہ ہمارے جو فرقے اور الگ الگ جماعتیں ہیں ایک ہو جائیں اور ہم پھر ایک مرتبہ فاتح عالم بن کر ابھریں اور دنیا کے ہر خطے میں اللہ کے قوانین کو لاگو کردیں اور اس کی وحدانیت کا ڈنکا بجادیں۔ بقول شاعر؀

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایک اور نیک بنائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ

مسلمانوں کی بے راہ روی اسباب وعلاج

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ اَشْرَفِ الْاَ نْبِیَّاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلیٰ یَوْمِ الدِّیْنِ .اَمَّا بَعْدُ!

فَاَ عُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّ حْمٰنِ الرَّحِیْمِ . ﴿ **وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبَلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ** ﴾وَقَالَ فِیْ مَوْضَعٍ آخَر ﴿**اِنَّا ھَدَیْنَاہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِراً وَّاِمَّا کَفُوْراً**﴾وَقَالَ اَیْضاً ﴿**فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِھِمْ خَلَفٌ اَضَاعُوا الصَّلوٰۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھْوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیّاً**﴾

زند گی کیا لذت عصیاں کی نا داں غور کر
برق رو دھارے پہ اک تنکا ہے جو بہہ جائے گا
دیکھتے ہی دیکھتے لذت فنا ہو جا ئے گی
اور عذاب اس کا ہمیشہ کے لئے رہ جائے گا

معززسامعین !آج کی اس بزم خطابت کے اندر میں جس موضوع کو لے کر

حاضر ہوا ہوں وہ ہے ''مسلمانوں کی بے راہ روی اسباب وعلاج''۔

ساتھیو! بے راہ روی اور مسلمان یہ دونوں الفاظ اگر چہ آج کے تناظر میں عجیب نہ لگیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں الفاظ کا یکجا ہونا کسی عجوبے سے کم نہیں۔ کیوں کہ مسلمان تو نام ہی ہے ایک ایسی قوم کا جو اپنی خواہشات وارادے اوراپنی زندگی کے تمام معاملات کو ایک ایسے قانون اور نظام کے تابع کر دیتی ہے جو ''مُنَزَّلٌ مِنَ اللّٰہِ'' ہے اور پھر اس نظام کے حدود سے ایک قدم بھی آگے بڑھانا اپنے لئے حرام سمجھتی ہے۔ پھر ایک ایسی قوم شتر بے مہار کی طرح ادھر ادھر منھ مارتی پھرے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تو پھر آخر وجہ کیا ہے کہ آج ایک شخص مسلمان ہو کر بھی ان امور میں سر فہرست نظر آتا ہے جو ایک مسلمان کے شایان شان نہیں۔ ایسے ایسے مقامات کی سیر کرتا ہے جہاں قدم رکھنا ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں، اور ایسی ایسی چیزوں کا نظارہ کرتا ہے جن کا دیکھنا کسی مسلمان کا شیوہ نہیں اور بلا خوف وخطر وہ سب کچھ کرتا ہے جس سے اس کے دعوئے اسلام پر ضرب پڑتی ہے لیکن اس کو احساس تک نہیں ہوتا آخر ایسا کیوں ہے؟ کبھی ہم نے غور کیا۔

وجہ صاف ہے کہ ہم دین کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اس کو اپنی زندگی میں وہ مقام نہیں دیتے جو اس کا حق ہے۔ ہم دین کے مطابق خود کو ڈھالنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ دین کو اپنی خواہشات کے تابع بنانا چاہتے ہیں۔

جب معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے تو پھر مسلمان بے راہ رو نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا۔ لیکن ہماری بے راہ روی کا سبب صرف یہ نہیں کہ ہم دین کو دین نہیں سمجھتے بلکہ اگر ہم غور کریں کہ ہم بھٹکاؤ کے شکار کیوں ہیں؟ تو اس ''کیوں'' کے جواب میں ہمیں اسباب کی ایک لمبی فہرست نظر آئے گی۔ اور یہ واضح ہو جائے گا کہ اپنی اس حالت زار کے ذمہ دار ہم خود ہیں کوئی اور نہیں۔

محترم حاضرین! دولت کی فراوانی اور اس کا غلط استعمال ''حُبُّ الدُّنیَا وَ کَرَاهِيَّةُ الْمَوْت، دین سے ناواقفیت اور بےزاری، غیروں کی اندھی تقلید، آخرت فراموشی، خواہشات کے پیچھے اندھی دوڑ، گناہ کو گناہ سمجھنے کا فقدان یہ وہ چند اہم اسباب ہیں جو آج امت مسلمہ کی گھٹی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور امت کو گھن کی طرح کھوکھلا کر رہے ہیں جس کے نتیجے میں آج یہ امت بھٹکاؤ اور بے راہ روی کی حدوں کو پار کر گئی ہے۔

سامعین کرام! ذرا غور کیجئے کہ دولت جس کو اسلام نے ﴿اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ﴾ کی سند دے رکھی ہے جب وہی ہمارا مطمح نظر اور مقصد زندگی بن جائے تو کیا پھر یہ قوم فتنے میں نہیں پڑے گی؟ راہ راستہ سے نہیں بھٹکے گی؟ بے راہ روی کا شکار نہ ہوگی؟ دنیا اور دنیا کی رنگینیاں جس کو قرآن نے لہو و لعب سے تعبیر کیا ہے جب ہم اسی کے ہو کر رہ جائیں گے تو کیا ہم راہ اعتدال پر قائم رہ پائیں گے؟ ''موت'' جس کے متعلق قرآن کہتا ہے ﴿اَیْنَمَا تَکُوْنُوا

یُدْرِکْکُمُ الْمَوْتُ ﴾ جب ہم اسی کو بھول جائیں گے تو کیا گناہوں میں لت پت نہ ہوں گے؟ غیروں کی تقلید جس کے بارے میں قرآن یوں خبردار کرتا ہے ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ ﴾ تو کیا جب ہم اسی کو اپنالیں گے تو راستہ نہ بھول جائیں گے۔ خواہشات کے پیچھے اندھی دوڑ جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ﴾ جب یہی ہمارا شیوہ ہو جائے گا تو کیا ہم غلط راہ پر چل کر جہنم کا ایندھن نہ بنیں گے اور جب ہم گناہ کو گناہ سمجھنے کا احساس تک کھودیں گے تو کیا قرآن کا یہ فرمان ہم پر صادق نہیں آئے گا ﴿ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ آذَانٌ لَا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ﴾ اور پھران تمام کوتاہیوں اور بدکرداریوں کے ساتھ ساتھ اگر ہم علماء کی ناقدری اور ان کا مذاق اڑانے کے عادی ہوں گے جو کہ امت کوراہ راستہ پر لانے کا واحد ذریعہ ہیں اور جن کو قرآن نے ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ کے منصب پر فائز کیا ہے تو کیا پھر ایسی صورت میں ہم پر رشدو ہدایت کے دروازے بند نہ ہو جائیں گے۔ یقیناً جب پانی اس حد تک سر سے اوپر ہو جائے گا تو پھر کسی قوم کو بھٹکتے دیر نہیں لگے گی اور وہ قوم اوج ثریا سے تحت الثریٰ میں بڑی بے دردی سے پھینک دی جائے گی۔ چنانچہ امت مسلمہ آج انھیں حقائق کی زندہ مثال ہے۔ علامہ اقبال نے سچ کہا ہے۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے آباء سے اپنے ہرگز نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارہ
گنوادی تو نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے تجھ کو دے مارا

میرے عزیزو! یہ تمام کوتاہیاں اور یہ تمام لغزشیں ایک طرف لیکن اگر صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ اس لئے اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم راہ راست پر آ جائیں، ضلالت و گمراہی کے داغ کو دھو دیں اور اپنا کھویا ہوا وقار پھر سے حاصل کر لیں تو ہمیں اپنی ردائے غفلت کو اتار پھینکنا ہوگا اور اپنی بے راہ روی کے ان اسباب کا علاج ڈھونڈنا ہوگا۔ اس کے لئے ہمیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ ہمارا دین خود اتنا کامل اور مکمل ہے جو "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" اور "فِیْهِ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ" کہہ کر ہمارے تمام مسائل کے حل کا نہ صرف دعویٰ کرتا ہے بلکہ اس دعوے کی صداقت کا احساس بھی ہمیں کراتا ہے۔ وہ دولت جیسی فتنہ پرورشی کی محبت سے ہمارے دلوں کو پاک رکھنے کے لئے "لَا تُلْهِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ" کا نسخہ تجویز کرتا ہے۔ دنیا طلبی جیسی خطرناک خصلت سے بچانے کے لئے "بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیَاةَ الدُّنْیَا

وَالْآخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ''اور'' وَلَلْآخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی '' کہہ کر دنیا کے مقابلے میں ہمیں آخرت کی اہمیت کا احساس کراتا ہے۔آخرت کو بھول کر گناہ پر گناہ کرنے والوں کو ''اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَا کُمْ عَبَثاً وَاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ'' کہہ کر خبردار کرتا ہے۔غیروں کی اندھی تقلید سے بچانے کے لئے ''مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَمِنْھُمْ'' کا درس دیتا ہے۔دین بیزار لوگوں اور دین کو دین نہ سمجھنے والوں کے علاج کے لئے '' وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ لَعِباً وَّلَھْواً '' کی دھمکی دے کر ان کو اپنے موقف پر نظر ثانی کی دعوت دیتا ہے۔خواہشات کے پیچھے بے تحاشا دوڑنے والوں کو ''فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِ ھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلوٰۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیّاً '' کہہ کر ان کے برے انجام سے ڈراتا ہے۔گناہ کو گناہ نہ سمجھنے والوں کو ''وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطَانُ مَا عَمِلُوْا '' کہہ کر ان کی خام خیالی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔علماء کی ناقدری کرنے والوں کو ''ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ''فرما کر علماء کی اہمیت کا احساس کراتا ہے۔

اور پھر ہماری کوتاہیوں،لغزشوں اور بے راہ روی کے علاج کے لئے ان تمام نسخوں کے بعد ایک نسخہ کیمیا دے کر معاملہ ہماری صوابدید پر چھوڑ دیتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے ''اِنَّا ھَدَیْنَاہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِراً وَّاِمَّا کَفُوْراً ''۔

معزز سامعین !اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اسلام نے ہمارے قدموں کو

بھکنے سے روکنے کے لئے جو انتظامات کئے ہیں اور بھٹکے ہوئے قدموں کو راہ راست پر لانے کے لئے جو علاج بتلائے ہیں ان کو اپنا کر ہم اپنی موجودہ حالت زار کو بدلنے کی کوشش کریں اور دوبارہ اس لائق بن جائیں کہ ہمارا کھویا ہوا وقار خود آگے بڑھ کر ہمارا قدم چومے۔

انھیں چند کلمات پر اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے اللہ سے دعا گو ہوں کہ بارالہا! تیری شان تو یہ ہے کہ "مَن يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِل لَّه وَ مَن يُّضلِلهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ" لہٰذا ہمارے بھٹکے ہوئے قدموں کو راہ راست کی طرف پھیر دے۔ آمین

وَآخِرُ دَعوَانَا اَنِ الحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِينَ.

بدعات اور رسومات محرم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَّاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ﴿**اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ**﴾

محترم سامعین! اللہ رب العالمین نے اس کائنات کو پیدا فرمایا اور بہترین انداز میں اسے چلانے کے لئے کچھ نظام مقرر کیا چنانچہ گردش ماہ وایام کا لحاظ کرتے ہوئے اللہ رب العالمین نے اس کے لئے ایک خاص نظام بنایا اور وہ ہے پورے سال کو بارہ مہینے میں تقسیم کرنا ارشاد باری ہے: ﴿**اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ**﴾ اور پھر ان بارہ مہینوں کے اندر پیش آمدہ واقعات کی بنیاد پر بعض کو بعض پر فضیلت بخشا۔

چنانچہ سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام اپنے اندر بہت سارے فضائل کو سمیٹے

ہوئے اور بالخصوص اس مہینے کے دسویں تاریخ یوں تو اس دن کے تعلق سے تاریخی اور اسرائیلی روایتوں میں بہت کچھ مذکور ہے جیسے نوح کی کشتی کو جودی پہاڑ پر لگنا، یونس کا مچھلی کے پیٹ سے نکلنا وغیرہ وغیرہ۔ مگر یقینی طور پر ہمیں جس واقعے کا علم ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کا سرکش زمانہ فرعون سے نجات پانا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں آئے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشوہ کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے ان سے پوچھا تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انھوں نے کہا یہ ایک عظیم دن ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا چنانچہ حضرت موسیٰ نے اس دن کا روزہ شکرانے کے طور پر رکھا اس لئے ہم بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں اس پر آپ نے فرمایا ﴿فَنَحْنُ اَحَقُّ وَ اَوْلیٰ بِمُوْسیٰ مِنکُم﴾ اس واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا اور اپنی امت کو اس کی تعلیم دیتے ہوئے اس کی فضیلت کو بھی واضح کرتے ہوئے ﴿اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّم﴾۔

''رمضان کے بعد سب سے بہترین روزہ محرم کے مہینے کا روزہ ہے''

اور ساتھ ہی یہ بشارت بھی سنائی کہ اس دن کے روزہ سے پچھلے ایک سال کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ مگر دوسری جانب اس مہینے کو لے کر بدعات

وخرافات کی بھی کوئی انتہا نہ رہی نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، فاطمہ اور علی کے لخت جگر حضرت حسینؓ کی شہادت کو لے کر قسم قسم کی رسومات ایجاد کر دی گئی ہیں۔ بدعات کی ہانڈیاں پھوڑی گئیں اور شرکیہ حرکات سے امت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول ہے "وَصَارَ الشَّيْطَانُ بِسَبَبِ قَتْلِ حُسَيْن" يُحدِثُ لِلنَّاسِ بِدْعَتَيْنِ ،بِدْعَةُ الْحُزْنِ وَالنَّوْحِ يَوْمَ عَاشُورَاء مِنَ اللَّطْمِ وَالصَّرَاخِ وَالْبُكَاءِ وَالْعَطْشِ وَإِنْشَاءِ الْمَرَاثِيْ وَمَايُفْضِيْ إِلَى ذَالِكَ مِنْ سَبِّ السَّلَفِ وَلَعْنِهِم" اور دوسری جانب ایک گروہ اس کے برخلاف اس دن کو خوشی کا اظہار کرنا اور عمدہ کھانا پکانا وغیرہ کا دن تصور کرتا ہے۔

سامعین کرام! یہ تو ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کی بات ہے مگر آج بدعات کی رسیوں نے باطل کی ہر حد کو توڑ دیا چنانچہ کچھ لوگ ماہ محرم کا چاند نظر آتے ہی اور بالخصوص محرم کے ابتدائی دس دن میں نام نہاد محبت کی بنیاد پر سیاہ کپڑے زیب تن کرتے ہیں، سیاہ جھنڈے بلند کرتے ہیں، نوحہ و ماتم کرتے ہیں، تعزیہ وتابوت بناتے ہیں، سینہ کوبی کرتے ہیں اور روتے چلاتے ہیں بھوکے اور پیاسے رہتے ہیں ننگے پاؤں پھرتے ہیں گرمی ہو یا سردی جوتے نہیں پہنتے نوحہ اور مرثیے پڑھتے ہیں، عورتیں بدن سے زیورات اتار دیتی ہیں، زنجیروں اور چھریوں سے خود کو زخمی کیا جاتا ہے۔

سیدنا حسینؓ اور دیگر شہدائے کربلا کی یادگار میں شربت بنائی جاتی ہے، پانی کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں، خوب کھانے پینے کا اہتمام کیا جاتا ہے، خصوصی ڈشیں تیار کی جاتی ہیں اور سنت رسول ﷺ کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ نہیں معلوم یہ

نماز: آنکھوں کی ٹھنڈک

اَلْحَمْدُللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَ نْبِيَّاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. ﴿**إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ**﴾ (البقرة:۲۷۷)

صدرمجلس ذی وقار، میرے عزیز ساتھیوں آج کے اس بزم میمون میں میرا موضوع خطابت ہے: ''نماز: آنکھوں کی ٹھنڈک''

سامعین کرام! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کائنات میں جلوہ گر ہوکر اللہ کے حکم پرلوگوں کوجس دعوت سے آشنا کیا اس دعوت کا نام ''دعوت اسلام'' ہے۔ اسلام ایک ایسے ضابطے اور نظام کا نام ہے جوزندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہلائیں اور مومنوں میں شمار کروانا چاہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلام کو اسی طرح تسلیم کریں جس طرح کہ حضرت محمد صلی

اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے اسے تسلیم کیا تھا۔قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی بات کہی ہے۔فرمایا﴿فَإِنْ آمَنُواْ بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ﴾ (البقرۃ:۱۳۷) اگر دنیا کے لوگ اس طرح ایمان لائیں جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ لائے تب اللہ ان کو ہدایت یافتگان میں شمار کرے گا یعنی ایمان کے لیے، ہدایت کے لیے شرط یہ ہے کہ ایمان اس طرح کا ہو جس طرح کا ایمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ لائے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ اے لوگوں سن لو! بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے لیے نجات نہیں بلکہ ایمان لا کر جنہوں نے نیک اعمال کئے اچھے اعمال کئے ان کیلئے نجات ہے اور پھر اللہ رب العزت نے اچھے اعمال کی توضیح بھی کلام پاک کے الفاظ میں فرمائی۔فرمایا: ﴿وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ ﴾ اچھے اعمال یہ ہیں کہ نمازیں ادا کیں اور زکوۃ ادا کیا۔یادرکھئے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں اس بات کا تصور بھی نہیں تھا کہ کوئی بندہ مسلمان ہو کے نماز کا تارک بھی ہوسکتا ہے۔اس بات کا لوگ تصور نہیں کرتے تھے۔مسلمان اور نماز کا تارک تو بڑی بات ہے باجماعت نماز سے پیچھے نہیں رہنا ہے۔حدیث پاک میں آیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرا جی چاہتا ہے کہ عشاء کی نماز کی جماعت کیلئے میں کسی اور کو اپنی جگہ کھڑا کروں اور خود مدینہ کی گلیوں میں چکر لگاؤں اور دیکھوں کہ جو شخص مسجد میں آ کر جماعت کے اندر شامل نہیں ہوا اس کے گھر کو آگ لگا دوں'' (بخاری، مسلم، کتاب الاذان) آپ نے اتنی سختی فرمائی اور حدیث میں آیا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں کہ منافقوں کی پہچان کیلئے ایک موٹا اصول وضع

کیا ہوا تھا اور وہ کیا تھا؟ جو شخص عشاء کی نماز میں اور فجر کی جماعت میں ہر وقت حاضر نہ ہوتا تو ہم سمجھ لیتے کہ یہ مسلمان نہیں منافق ہے۔ (مسلم/ ج ۱/) صرف پیچھے رہنے سے لوگوں کو ایسے شخص کے بارے میں نفاق کا شبہ ہو جاتا تھا اور جو نماز میں حاضر نہیں ہوتا جس نے کبھی نماز ادا ہی نہیں کی اس کے بارے میں شریعت اسلامیہ کیا کہتی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ لوگوں یاد رکھو! قیامت کے دن بارگاہ ربانی میں سب سے پہلے جو سوال ہوگا وہ نماز کے بارے میں ہوگا۔ نماز پڑھتا تھا کہ نہیں اگر کسی نے نماز ہی نہیں پڑھی قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دے گا؟ روزہ کسی نہ کسی حالت میں بندے سے معاف ہو جاتا ہے مثال کے طور پر ایسا آدمی جو انتہائی بوڑھا ہو تو وہ ایک مسکین کو کھانا بطور فدیہ دے دے اسی طرح بوڑھے دائمی مریض کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ فدیہ دے دیں۔ فرمایا﴿ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ﴾ (البقرۃ:۱۸۴) لیکن نماز ایسا فریضہ ہے کہ اللہ نے اس کو کسی شخص سے معاف نہیں کیا ہے حتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نماز اتنا اہم فریضہ ہے کہ اگر کوئی کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے۔ ایک صحابی نے کہا اللہ کے رسول! ایک آدمی بیٹھ کر بھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ نے فرمایا: ''لیٹ کر پڑھ لے'' یہ نہیں کہا جو بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو اس سے معاف ہے کہا بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کے پڑھ لے۔ کسی نے کہا اللہ کے رسول! لیٹ کے بھی ادا نہیں کر سکتا؟ فرمایا: ''اشارے سے نماز پڑھ لے'' جس کے ہوش وحواس قائم رہیں اللہ نے اس سے نماز معاف نہیں کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بیوی کو نماز پڑھانا خاوند کی ذمہ داری ہے اور نابالغ بیٹے کو نماز پڑھانا باپ کی ذمہ داری ہے۔ قیامت کے دن ایسے شوہر اور ایسے باپ مجرموں کی صف میں اٹھائے جائیں گے جو خود تو نماز پڑھتے ہیں لیکن گھر والوں کو کبھی نماز کا حکم نہیں دیتے اب ذرا سوچیے کہ جن کے گھر والے نماز نہیں پڑھتے وہ مجرموں کی صف میں اٹھیں گے تو جو خود نہیں پڑھتا وہ کس طرح مومنوں کی صف میں اٹھے گا۔

مسلمانو! ایک بے نمازی انسان اپنے رشتہ داروں کی وجہ سے اگر جہنم میں چلا جائے گا تو جو خود بے نمازی ہے وہ جنت میں کیسے جاسکتا ہے؟ کیا کبھی سوچا آپ نے۔ کبھی سمجھا آپ نے کہ اس بیماری کا سبب کیا ہے؟ ساری بیماری کا سبب دنیا ہے۔ آج ہم نماز نہیں پڑھتے کیوں نہیں پڑھتے؟ اس لئے کہ ہم نے جس جسم کو حرام کھلا پلا کے پالا ہوا ہے جس جسم کو آرام کا عادی بنایا ہوا ہے یہ جسم جس کو ایئر کنڈیشنز کے حوالے کیا ہوا ہے۔ یہ جسم جس کو پنکھوں کا عادی بنایا ہوا ہے اس جسم کو نماز پڑھتے ہوئے ذرا تکلیف دینی پڑے گی۔ تھوڑا سا وقت اللہ کیلئے نکالنا، گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ میں اور سردیوں کی ٹھٹھرتی فجر میں اٹھ کر اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا۔ اتنی ہی بات ہے آخر کیا دشواری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو پنجگانہ نماز کا پابند بنائے اور ہمیں صحیح معنوں میں مومن اور سچا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

معاشرہ میں جہیز ایک مہلک بیماری

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَّاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ .اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . ﴿**وَمَن یَبْتَغِ غَیْرَ الإِسْلَامِ دِیْناً فَلَن یُقْبَلَ مِنْہ**﴾ (آل عمران:۸۵)

صدر محترم اور سامعین کرام آج کی اس بزم میں موضوع خطابت ہے ''معاشرہ میں جہیز ایک مہلک بیماری''

محترم سامعین! اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی مذہب ہے اس کی جملہ تعلیمات فطرت انسانی کے عین موافق ہیں۔جس میں کمی بیشی کی ادنیٰ گنجائش نہیں ہے۔ اسلام نے زندگی کے ہر ہر گوشے میں اور ناچیے پر بحث کی ہے اور ایک موزوں قاعدہ وقانون مرتب کیا ہے جس میں ساری انسانیت کے لئے فوز وفلاح اور دین ودنیا کی سعادت ہے خواہ وہ معاملہ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے ملنے جلنے سے ہو خواہ

لین دین بیع وشراء شادی بیاہ سے ہو۔شادی کی مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ'' (کتاب النکاح، متفق علیہ)

جنسی بے راہ روی کا بہترین اور واحد علاج شادی ہے اس سے اعراض اور پہلوتہی سامان تباہی ہے، اس لئے جب بچے اور بچیاں شادی کی دہلیز پر قدم رکھیں سرپرستوں کی ازبس ذمہ داری ہے کہ وہ فوراً اس کی طرف خصوصی توجہ مبذول کریں دیر کرنے میں فتنے کا اندیشہ ہے اس معاملہ میں کسی رسم ورواج اور جہیز کی چاہت کو دور رکھیں اور شادیوں کو صاف ستھری، نظیف اور بہتر بنائیں کم خرچ والی شادی بہتر ہے کسی طرح کے مطالبے، مروت اور خلاف شرع ہیں۔ درحقیقت یہی سامان اور جہیز بہت سی بہنوں کے ارمانوں کے قاتل ہیں۔ اخبارات کا مطالعہ کریں تو ہماری معصوم بہنوں کے خون کے چھینٹے سرخیوں میں نظر آئیں گے۔خوفناک تصاویر دکھائی دیں گی۔ان کی چیخ وپکار سنائی دے گی۔ آنکھوں سے آنسوں کے قطرات جھرنے کی طرح بہتے اور گرتے نظر آئیں گے، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ آج ہماری بہن اور بیٹیوں کی شادی ہوتے ہی بے گھر کیوں کردی جاتی ہیں؟ ان کو گالی گلوج سے کیوں نوازا جاتا ہے؟ ان کے سینے پر چڑھ کر چھری کیوں چلائی جاتی ہے؟ آج ہماری بہنوں کے گلے میں ہار کی جگہ

پھانسیوں کی رسیاں ڈال کرانہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔جسم پر مٹی کا تیل چھڑک کرآگ لگادی جاتی ہے، کتنی بہنوں کوتاریک کمروں میں بند کرکے بھوک سے تڑپاتڑپا کر جان دینے پر مجبور کردیا جاتا ہے،اس کی وجہ یہی ہے کہ جہیز کا سامان نہیں لائی، ٹی وی، وی سی آر،موٹر سائیکل، صفہ سیٹ،فریج،فرنیچر اور دیگر اشیاءنہیں لائی۔مسلمانوں تم نے کون سا نیو ماڈل مذہب اختیار کرلیا ہے کہ شادی جوکہ عبادت اور باعث جنت تھی اس کو باعث جہنم بنالیا ہے، بیوی جوکہ باعث رحمت تھی اس کو باعث زحمت بنالیا ہے۔

اسلامی بھائیو! جہیز وتلک کی شریعت مطہرہ کے اندر کوئی گنجائش نہیں ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دونہیں بلکہ گیارہ شادیاں کی ہیں لیکن کہیں بھی جہیز کا نام ونشان موجودنہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کی شادی میں جہیزنہیں دیا۔ذرااورآگے نکل کر دیکھئے کہ حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے شادی کی جہیزنہیں لیا،عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے شادی کی جہیزنہیں لیا،حیدر کرار رضی اللہ عنہ شادی کی جہیزنہیں لیا۔غرض کہ سارے کے سارے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی شادیاں جہیز وتلک سے خالی ہیں۔

مسلمانو! جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کرتمام اصحاب رسول کی زندگیاں جہیز سے خالی ہیں تو پھرآپ کیسے مسلمان ہو؟ آپ کا دعوی اسلام کیسا ہے کہ اس کو اپنے لئے لائق فخر تصور کرتے ہو،عزت ووقار کا سبب تصور کرتے ہو، ہزاروں

بلکہ لاکھوں روپئے بیجا صرف کرڈالنے کی وجہ سے ان معصوم بچیوں کو بے دریغ رنج کرڈالتے ہو، جہیز نہ لانے پر ان معصوم بچیوں کو مارتے ہو، مسلمانو! ذرا سوچو تو یہ کیا ہے؟ ہمارے کردار بتلا رہے ہیں کہ ہم شادی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر نہیں کرتے بلکہ مال و دولت کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ نام ونمود کے لئے کرتے ہیں ۔ سنو! ایسے ہی حریص اور دنیا پرست کے سلسلے میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے کسی عورت سے اس کی عزت وعظمت کیلئے نکاح کیا تو اللہ اس کی ذلت میں اضافہ کرے گا جس نے کسی عورت سے مال کے لئے نکاح کیا تو رب ذوالجلال اس کے فقر میں اضافہ کرے گا۔ لیکن جس نے کسی عورت سے نگاہ کی حفاظت اور شرمگاہ کی عصمت کیلئے نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ ایسی عورت کو شوہر کیلئے بابرکت بنائے گا اور شوہر کو عورت کے لئے بابرکت بنائے گا۔

مسلمانو! دنیا پرستی چھوڑو۔ مال و دولت کے حرص میں مت پڑو۔ جہیز کو لات مارو اور اس کی خاطر اللہ کی بندیوں کو مت ستاؤ۔ ان کی زندگیون کو شمشان میں مت بدلو۔ تم ہی سوچو آج تم جہیز نہ لانے پر اپنی بیوی کو مارنے پیٹنے اور گالیوں سے نوازتے ہو حتی کہ اس کے گلے پر چھری چلا دیتے اور نذر آتش کردیتے ہو۔ غور کرو اگر تمہارے سامنے تمہاری بیٹیوں کو مارا پیٹا جائے تو تمہیں کیسا لگے گا اور آخر وہ بھی تو کسی کی بہن ہے وہ تو بھی کسی کی بیٹی ہے وہ تو بھی کسی کی بھتیجی ہے وہ بھی تو

کسی کی بھانجی اور پوتی ہے شاعر کہتا ہے۔

کسی کی بے بسی کو مسکرا کر دیکھنے والو
تمہیں لے آئے اس منزل پہ مستقبل تو کیا ہوگا

مسلمانو! یقین مانئے اگر آپ اپنی شادی میں سائیکل کا مطالبہ کریں گے تو کل آپ سے ماروتی اور کار کا مطالبہ کیا جائے گا اور غریب بہن اور بیٹیاں گھر میں اداس پڑی رہ جائیں گی جو ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ہرگز ظلم کو پسند نہیں کرتا۔

اسلامی بھائیو! بلاشبہ آپ ان تمام چیزوں کے ذمہ دار ہوں گے، قیامت کے دن ان ساری چیزوں کے متعلق آپ سے بھی سوال کیا جائے گا۔اسی لئے آج فیصلہ کیجئے کہ نہ جہیز لیں گے اور جو جہیز لے گا اس کے خلاف جہاد کریں گے ۔دین کو زندہ کریں گے۔قرآن کے فرمودات کو گلی گلی تک پہونچائیں گے اور معاشرہ میں تبدیلی پیدا کریں گے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو جہیز جیسی مہلک بیماری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

قرآن کریم اور ہماری معاشرتی زندگی

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم. أَمَّا بَعدُ! فَأَعُوذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَاناً لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ﴾ (النحل:۸۹)

صدر محترم، حکم صاحبان اور عزیز ساتھیوں آج کے اس پر رونق بزم سعید میں میرا موضوع سخن ہے ''قرآن کریم اور ہماری معاشرتی ذمہ داری''

سامعین کرام! قرآن کریم اللہ کی وہ آخری کتاب ہے جو سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں اسی طرح قرآن مجید بھی خاتم الکتب ہے یعنی رسولوں کا آنا آسمانی کتابوں کا نزول دونوں منقطع ہو گیا ہے۔

قرآن مجید اپنے اعجاز واعتبار، فصاحت وبلاغت اور زبان وبیان کے

فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴾ (حم سجدہ:۲۶)

اس قرآن کو سنو ہی مت (اس کے پڑھے جانے کے وقت) اور بیہودگی کرو کیا عجب کہ تم غالب آ جاؤ۔

لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک اس سورہ کی تلاوت شروع کردی اور ان کے کانوں میں ایک ناقابل بیان رعنائی و دلکشی اور عظمت لئے ہوئے کلام الٰہی کی صدا پڑی تو انہیں کچھ ہوش نہ رہا۔ سب کے سب گوش برآواز ہو گئے، کسی کے دل میں کوئی اور خیال ہی نہ رہا۔ یہاں تک کہ آپ نے سورہ کے آخر میں دل دہلا دینے والی آیات تلاوت فرما کر اللہ کا یہ حکم سنایا ﴿فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا﴾ (نجم:۶۲)

اللہ کیلئے سجدہ کرو اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ہی سجدہ فرمایا تو کسی کو اپنے آپ پر قابو نہ رہا اور سب کے سب سجدہ میں گر گئے۔ یہ تھی قرآن کی تاثیر کہ سامعین فوراً سجدہ میں گر گئے۔

آیئے اب ہم اپنی معاشرتی زندگی کا جائزہ لیں کہ کلام الٰہی کے ساتھ ہمارا برتاؤ کیسا ہے؟ جب کبھی قرآن کی بے حرمتی غیروں کی طرف سے ہوتی ہے تو ہم تلملا اٹھتے ہیں اس کے خلاف احتجاج اور غم وغصہ کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم شعائر اسلام کی بے حرمتی کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے ہیں لیکن ہم بذات خود روزانہ اس کی کتنی بے حرمتی کرتے ہیں اس کی طرف ہماری توجہ مبذول نہیں

ہوتی۔ آج ہمارے معاشرے میں قرآن کی پامالی عروج پر ہے مثلاً ہم دن بھر فضول لہوولعب کے کاموں میں لگے رہتے ہیں مگر تلاوت کلام پاک کی اور نماز کی توفیق نہیں ہوتی۔ قرآن کے اوامر ونواہی کے خلاف کاموں میں ہم اپنے اوقات ثمینہ برباد کرتے ہیں اگر قرآن سے ہمارا تعلق ہے تو بس اتنا کہ ریشمی جزدانوں میں لپیٹ کر گھر کے طاقوں کی زینت بنائے رہتے ہیں۔ کبھی اس کو چومتے ہیں، تعویذ گنڈا بنا کر بچوں، مریضوں کے گلے اور بازوؤں میں باندھتے ہیں۔ ایصال ثواب کی غرض سے دوسروں کو بلا کر پڑھوا لیتے ہیں۔ اس کی آیتوں کو سمجھنے، ان پر غور وفکر کرنے اس کے مطابق زندگی گزارنے کے تعلق سے ہمیں قرآن سے کوئی واسطہ نہیں اور اس کی بے حرمتی کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ انہیں حالات کی بنا پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم شکوہ کریں گے کہ اے میرے پروردگار! بیشک میری قوم نے قرآں کو چھوڑ دیا تھا۔

اسلامی بھائیو! کیا ہمیں احساس نہیں کہ قرآن کو سمجھ کر نہ پڑھنا، اس کے احکامات پر عمل نہ کرنا، اس کے نواہی سے باز نہ رہنا، قرآن کے مقابلے میں دوسری کتابوں کو ترجیح دینا وغیرہ سب قرآن کو چھوڑنے میں داخل ہے۔ ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کی کافی تعداد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن سب لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا وہ صرف عالموں کے لئے ہے۔ گویا وہ عام لوگوں کو سمجھنے کی کوشش سے روکتے ہیں۔ کیا یہ قرآن کی تعلیم پر عمل ہے؟ قرآن کو اللہ نے

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ بنا کر نازل کیا لیکن ہم ہیں کہ دنیا کی رنگینیوں میں ایسا الجھے ہوئے ہیں کہ اس دلدل سے نکلنا نہایت دشوار ہے۔

ہمارا رہن سہن، لباس و پوشاک، کھانا پینا وغیرہ سب غیر اسلامی اور مغرب زدہ ہوگیا ہے۔خاص کر ہماری ماؤں اور بہنوں کا حال نہایت خراب ہوگیا ہے۔ہم مومنہ ہوکر بھی اپنے کو ماڈرن ثابت کرنے کیلئے ستر پوشی کا مقصد تو پورا نہیں ہوتا البتہ قرآن وحدیث کی نافرمانی اور بے حیائی کا تمغہ ضرور مل جاتا ہے۔

آج ہم نے اپنے شرعی حجاب کو (جو شرافت اور پاکدامنی کا ضامن تھا) پھینک کر عریانیت و بے حیائی حرز جاں بنالیا ہے اوراس کا نام نئی تہذیب رکھ کر خوش ہیں۔آج ہماری بہن گھروں سے رخ زیبا پر نقاب ڈال کر تو نکلتی ہیں مگر کچھ ہی دور جا کر چہرے سے نقاب ہٹا کر نہایت بے غیرتی ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ (نور:۳۱) کی مخالفت کرتے ہوئے بازاروں میں گھومتی اور غیروں سے روبرو ہوکر خرید وفروخت کرتی ہیں۔کسی نے سچ کہا ہے ؎

عورت نے اپنے آپ کو اتنا گرادیا
برقع تو کیا سروں سے دوپٹہ ہٹادیا

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَاماً وَيَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ“ (صحیح مسلم، باب: فضل من يقوم بالقرآن ويعمله)

بیشک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ لوگوں کو بلند کرے گا اور اس سے ذریعہ دوسرے لوگوں کو پست کرے گا۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

یہ حقیقت ہے کہ باطل طاقتوں نے ہمیں قرآن سے دور کرنے کی نہایت باریک چال چلی ہم کو اپنے دام عیاری میں پھانسنے میں کامیاب ہو گئے۔

جب ہم نے اپنے قرآن سے منہ موڑ لیا، عبادت وریاضت سے ہمارا ناطہ ختم ہو گیا تو غیروں کا خوف ہمارے دلوں میں بس گیا اب وہ ہمیں کٹھ پتلی بنا کر نچا رہے ہیں۔ ع

چمن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت سے ثابت شدہ احکامات کو سمجھنے اور پر تاحیات عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ کھاؤاور پیواور فضول خرچی نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔موجودہ دور میں فضول خرچی کا یہ مرض روز بروز بڑھتا جارہا ہے اوراس کے سدباب کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہورہی ہیں۔کتاب وسنت کی تعلیمات سے انحراف واعراض ایک عام چیز ہوگئی ہے۔رسم ورواج میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے ہرکوئی کسی سے پیچھے رہنے کو تیارنہیں ہے۔عالی شان عمارت بنوانا یہ بھی ایک فیشن ہوگیا ہے۔ سریعت اسلامیہ میں عمارت وبلڈنگ کی کوئی فضیلت نہیں ہے پھر بھی مالدار حضرات اسراف وفضول خرچی کواپنائے ہوئے ایک لمبی رقم خرچ کردیتے ہیں۔ اسی طرح مختلف قسم کی تقریبات میں دسترخوان پرانواع واقسام کے کھانے کی چیزوں کوسجایا جاتا ہےاور ہرکسی کس وناکس حالات وظروف کے مطابق کوئی کمی باقی نہیں رکھتا ہے۔جس کی وجہ سے غریب ومفلوک الحال لوگ مقروض بھی ہوجاتے ہیں۔اسلامی تعلیمات پرعمل کرنے میں قلبی سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے۔خلاف ورزی کی صورت میں بہت ساری مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

موجودہ دور میں شادی بیاہ کا جواہتمام کیا جاتا ہے اس میں اسراف وفضول خرچی کو بڑادخل ہے۔آغاز رسم منگنی سے لے کرنکاح تک لوگ غیر شرعی اورغیرضروری کاموں میں بے جا اسراف اورفضول خرچی کرتے ہیں۔رسم منگنی

کے موقع اب باقاعدہ نکاح اور ولیمہ کی طرح دعوت طعام دی جانے لگی ہے۔ حالانکہ منگنی کی کوئی رسم اسلام میں نہیں ہے۔اسی طرح شادی کے موقع پر شاندار اور قیمتی کارڈ بھی چھپوائے جاتے ہیں اور اس میں بھی ہزاروں روپئے خرچ ہوجاتے ہیں۔ جب کہ ان قیمتی کارڈوں کا شادی کے بعد یہ حشر ہوتا ہے کہ وہ ردی کی ٹوکری کے نذر ہوجاتے ہیں۔شادی کیلیے جوڈیکوریشن (سجاوٹ) کیا جاتا ہے اس پر بھی ہزاروں اور لاکھوں روپئے خرچ ہوجاتے ہیں اور محنت کی گاڑھی کمائی کو پانی کی طرح بہادیتے ہیں۔

معزز سامعین! مال ودولت اللہ کی امانت ہے جس کے بارے میں اللہ کے حضور جوابدہی کرنا ہے اور ایک ایک پائی کا حساب چکانا ہے۔اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مال ودولت کے بارے میں سوال کرے گا ''وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ انْفَقْتَهٗ'' کہ مال کہاں سے کمایا اور کس کام میں خرچ کیا۔اللہ تعالیٰ نے مال ودولت اور روپیہ پیسہ اس لئے نہیں دیا ہے کہ اس سے صرف اپنی اور اپنے گھر والوں کی بیجا خواہشات پوری کی جائیں بلکہ اس لئے دیا ہے کہ اپنی حقیقی ضرورتوں کو پوری کرنے کے بعد اسے عزیز واقارب، مسکینوں، یتیموں اور محتاجوں کا بھی حق ادا کیا جائے لیکن اس سے صرف نظر کرتے ہوئے ہر معاملہ میں تو اسراف وفضول خرچی کی جاتی ہے۔مگر حقوق کی ادائیگی میں بخیلی سے کام لیا جاتا ہے۔صحیح مسلم کی ایک روایت میں جو

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بستر مرد کیلئے ایک اس کی بیوی کیلئے اور تیسرا بستر مہمان کیلئے چوتھا شیطان کیلئے ہے۔امام نووی نے اس باب میں بستر کے ساتھ لباس کو بھی شامل فرمایا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ضرورت کے مطابق دونوں چیزیں یعنی بستر اور لباس بنانے کی اجازت ہے لیکن ضرورت سے زائد بنانا ''تبذیر'' میں شامل ہے۔اس حدیث کی روشنی میں سماج ومعاشرہ کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ پورا معاشرہ اس بیماری میں مبتلا ہے الا ماشاء اللہ اور اسی شیطانی عمل کو فخر ومباہات کے طور پر انجام دیا جاتا ہے۔جس کی وجہ سے متوسط طبقہ کے لوگوں کی نظر لوگوں کے عمل وکردار پر مرکوز ہے۔اسلام کی واضح تعلیمات پر مرکوز نہیں ہے۔جس کی وجہ سے لوگ مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔اگر لوگ زندگی کے اندر چین وسکون چاہتے ہیں تو انہیں اپنی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا ہوگا اور اسراف وفضول خرچی سے اجتناب کرنا ہوگا۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہم تمام لوگوں کو اسراف وفضول خرچی سے بچائے اور اعتدال کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین

اشاعت اسلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْاَخْيَارِ أَمَّا بَعْدُ :قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ :﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ (سورۃ الفتح:۲۹)

سامعین کرام! چھٹی صدی عیسوی انسانی تاریخ کی تاریک ترین صدی تھی، ہر طرف ظلم و بربریت کا زور تھا، ہیکل سلیمانی کی نور ونکہت کی کرنیں عرصہ ہوا ماند پڑ گئی تھیں، کلیم اللہ کے معجزوں کو دنیا فراموش کر چکی تھی، عیسی علیہ السلام کی آمد پر صدیاں بیت چکی تھیں، کہ حرا کے پربت میں آوازۂ حق بلند ہو گیا۔

ایک تجلی نے سارے حرا کو جگمگا دیا، پھر دھیرے دھیرے یہ روشنی پورے عرب پر چھا گئی اس روشنی سے استفادہ کرنے والوں کے قلب ونظر کا

ہرزاویہ شمع ایمان اور نور یقین سے مستنیر ہوگیا، ان کی زندگی کی ہر شاخ فکر اسلامی اور مومنانہ بصیرت کی باد سحر گاہی سے نم ہوگئی، وہ اسلامی نظام حیات کے ابدی سرچشمہ سے سیراب ہوگئے، ان کی ذاتی خواہشات محبت کی سوزش اور اخلاص و للّٰہیت کی حرارت سے تحلیل ہوکر رہ گئیں پھر کیا تھا وہ بھی اس علم حق کو لے کر نکل پڑے، اسلام کی تبلیغ واشاعت کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا، اعلان حق وصداقت کو مقصود حیات بنالیا، دیار مہر ووفا کے راہی بن کر پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا، کبھی تو مکہ کی گلیوں میں نغمۂ توحید گنگنایا، تو کبھی طائف کے سبزہ زاروں میں، کبھی زائرین کعبہ کے سامنے دین محمدی کو پیش کیا، تو کبھی اہل مدینہ کو درس قرآن دیا، تبلیغ اسلام کے لئے کبھی صحراؤں کو عبور کیا تو کبھی چٹانوں سے ٹکرائے، کبھی میدان بدر واحد کا رخ کیا اور اپنے خون جگر سے اسلام کی رنگین تاریخ رقم کی، تو کبھی مدینہ میں خندق کھود کر اپنی جانفشانی کا ثبوت دیا، کبھی راہ خدا میں مال کا نذرانہ پیش کیا، تو کبھی جانوں کو قربان کر کے ابدی حیات کا راستہ لیا۔ الغرض! اسلام کو جہاں بھی، جب بھی، جس چیز کی بھی ضرورت پڑی ان سرفروشوں نے اسلام کا مطالبہ پورا کیا۔

سامعین مکرم! قربان جایئے اس جاں باز جماعت کے عزم واستقلال پر کہ کوئی کوڑے پر کوڑے کھانے کے بعد بھی احد احد کا نعرہ بلند کرتا ہے تو کوئی پھانسی کے پھندے کو چوم کر بھی نغمۂ توحید گنگناتا ہے، کوئی کفار مکہ کے ظلم وستم کے باوجود صحن

کعبہ میں نعرۂ توحید بلند کرتا ہے،تو کوئی رسالت محمدی کا تذکرہ کرتا ہوا نظر آتا ہے اور تو اور اس جماعت حق نے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ﴿فَلْيُبَلِّغُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ﴾ (بخاری:۱۶۲۳) کے بعد تو اپنے وطنوں کو چھوڑ دیا، کسی نے روم کا رخ کیا تو کسی نے شام وایران کا رخت سفر باندھا، کسی نے عراق کو اپنا مسکن بنایا، تو کسی نے ہندوستان کی طرف قدم بڑھایا، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر اطراف عالم میں نکل گئے اور پورے عالم پر انمٹ اسلامی نقوش ثبت کر دیئے غرضیکہ مجاہدین اسلام کے اس قافلۂ آبلہ پا نے اسلام کے چراغ کو کہیں اپنی جانفشانی، کہیں اپنی عشق ووفا کی حرارت، تو کہیں اپنے خون دل سے جلائے رکھا اور جاتے جاتے دنیا کو یہ پیغام دے گئے کہ ؎

بھلا سکیں گے نہ اہل زمانہ صدیوں تک
میری وفا میرے عشق وجنوں کے افسانے

آج بھی ان اہل جنوں کی تربتوں سے آنے والی یہ صدا اہل وفا کو سنائی دیتی ہے۔

جہاں جہاں نظر آئیں تمہیں لہو کے چراغ
مسافران محبت ہمیں دعا دینا

سامعین کرام! صحابہ کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔انہوں نے جس

طرح اسلامی احکام کے فروزاں کرنے میں اپنی جان، مال، اولاد اور وقت کے دیئے جلائے پوری اسلامی تاریخ اس بات پر شاہد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کوئی کلمہ بھی ادا ہوتا تھا صحابۂ کرام اس کو فوراً اپنے پڑوسی، دوست واحباب اور اقارب کو سناتے خود عمل کرتے اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی تلقین کرتے رہتے گویا وہ قرآن کریم کی اس سورہ کی عملی تفسیر تھے ﴿وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾

لیکن حیف صد حیف! تف صد تف! کہ ہم نے اشاعت اسلام میں صحابۂ کرام کے منہج، عمل، جذبہ، اصول وقواعد اور منہاج کو پس پشت ڈال دیا اور دعوت اسلامی جیسے فریضہ کو طاق نسیاں کے حوالہ کر کے دنیوی زندگی میں اس طرح منہمک ہو گئے کہ ہمیں خود اپنی ذات سے نفرت سے ہو گئی ہے۔ لہذا ضرورت ہے ہم خود احتسابی جیسے عمل کو اپنی زندگی میں نافذ کریں اور صحابۂ کرام کے منہاج دعوت کو اپنی زیست مستعار میں لائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو صحابۂ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعوَانا اَنِ الْحَمدُ للّٰہِ رَبِّ الْعَا لَمِیْنَ

مسلک سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں



MAKTABA NAIMIA

Sadar Bazar, Maunath Bhanjan-275101-U.P.

Ph:0547 - 2220681, Mob: 9450755820

E-mail: maktabanaimiamau@gmail.com

₹ 70/-